THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Thursday, December 15, 2011
(76th Session)
Volume IX, No. 05
(Nos. 01-05)

CONTENTS

		Pages
1.	Recitation from the Holy Quran………………………..……	1
2.	Questions and Answers………………………………....	2
3.	Leave of Absence………………………………………	
4.	Legislative Business……………………………………	
5.	Call Attention Notice by Senator Ilyas Ahmed Bilour…	
6.	Points of order………………………………………….	

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume-IX
No. 05

SP.IX(03)/2011
130

SENATE OF PAKISTAN

DEBATES

Thursday, December 15, 2011

The Senate of Pakistan met in the National Assembly Hall (Parliament House) Islamabad, at ten minutes past eleven, in the morning with Mr. Acting Chairman (Mr. Jan Muhammad Khan Jamali) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ؕ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّ کَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾ کَانُوْا لَا
یَتَنَاہَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْہُ ؕ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَرٰی کَثِیْرًا مِّنْہُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا
قَدَّمَتْ لَہُمْ اَنْفُسُہُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ وَ فِی الْعَذَابِ ہُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَ لَوْ کَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ النَّبِیِّ وَ مَآ اُنْزِلَ
اِلَیْہِ مَا اتَّخَذُوْہُمْ اَوْلِیَآءَ وَ لٰکِنَّ کَثِیْرًا مِّنْہُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾

ترجمہ: جو لوگ بنی اسرائیل میں کافر ہوئے ان پر داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی۔ یہ اس لیے کہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے تجاوز کیے جاتے تھے۔ (اور) برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے ایک دوسرے کو روکتے نہیں تھے۔ بلاشبہ وہ برا کرتے تھے۔ تم ان میں سے بہتوں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی رکھتے ہیں۔ انہوں نے جو کچھ آگے بھیجا ہے برا ہے (وہ یہ) کہ اللہ ان سے ناخوش ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں (مبتلا) رہیں گے۔ اور اگر وہ اللہ پر اور پیغمبر پر اور جو کتاب ان پر نازل ہوئی تھی اس پر یقین رکھتے تو ان لوگوں کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں اکثر بد کردار ہیں۔

(سورۃ المائدہ، آیات 78 تا 81)

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری (قائد حزبِ اختلاف): جناب چیئرمین! میں ایک بات کرنے کی اجازت چاہوں گا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: دیکھ لیں، پھر روایت چل پڑے گی۔ Question Hour ہونے دیں تو بہتر ہے۔

Questions and Answers

جناب قائم مقام چیئرمین: سوال نمبر 29، پروفیسر ابراہیم صاحب۔ نوید قمر صاحب موجود ہیں، یہ سوالات کے جواب دیتے جائیں گے، انہوں نے پھر بارہ بجے کے بعد ایک meeting میں جانا ہے، بہت ساری meetings overlap کر گئی ہیں۔ چلیں جی بسم اللہ کریں۔

Question No.29

Mr. Acting Chairman: Any supplementary?

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: جناب چیئرمین! انہوں نے بتایا ہے کہ electricity theft کے cases detect ہوئے، cases بھی اتنے ہی report ہوئے لیکن FIR صرف 8 درج ہوئیں وہ بھی ملازئی کے ایک موضع میں۔ یہ تین سالوں کی تفصیل ہے۔ وزیرِ محترم بتائیں کہ ان کا کیا نتیجہ نکلا اور یہ باقی جو detect ہوئیں اور cases report ہوئے، ان کی FIRs کیوں درج نہیں ہوسکیں؟

جناب قائم مقام چیئرمین: جی نوید قمر صاحب۔

سید نوید قمر (وفاقی وزیر برائے پانی و بجلی): شکریہ جناب چیئرمین۔ میرا خیال ہے کہ honourable Senator نے جو بات point out کی ہے وہ بالکل درست ہے کہ ان علاقوں میں ان چیزوں کو شاید بہت ہی lightly لیا جارہا تھا۔ جیسا کہ آپ خود دیکھ رہے ہیں کہ 29 cases میں سے صرف 8 کی FIRs درج ہوئیں اور وہ بھی صرف ایک جگہ پر pursue ہوئے۔ حالانکہ اگر پورے ضلع ٹانک میں دیکھا جائے تو اس سے کافی زیادہ تھے لیکن کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلتا تھا۔ پچھلے دو تین مہینوں سے پولیس اور PESCO کا cooperation شروع ہوا ہے جس کی وجہ سے overall 2000 FIRs درج ہوئی ہیں۔ ہم نے یہ directive بھی issue کیا ہے کہ جو ملازم چاہے XEN ہو، SDO ہو یا جو بھی concerned officer ہو، وہ اگر اس چیز کو pursue نہیں کرے گا تو اس کو بھی اس crime میں شامل کیا جائے گا۔ ہم اس سلسلے میں قانون بھی لا رہے ہیں جو کہ انشاء اللہ یہاں بھی آئے گا جس میں ہم اس ساری چیز کو further criminalize کررہے ہیں لیکن آپ کی بات درست ہے کہ ابھی تک اس پر action بہت کم تھا۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: جناب چیئرمین! کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ دعوے بھی غلط ہوتے ہیں اور پھر under table deal ہوتی ہے اور بس اسی میں نسیاً منسیا کردیا جاتا ہے اور record پر کچھ بھی نہیں لایا جاتا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میرے خیال میں ایسی تو کوئی بات نہیں، 2000 cases ابھی ہوئے ہیں تو بات کچھ بڑھی ہے۔ اب اگلا سوال لے لیتے ہیں، سوال نمبر 98، جناب زاہد خان صاحب۔

(جاری-----T02)

T2-15-12-2011 ER/4/Bhatti/ED: Mohsin Zaidi 11:20 A.M.

Mr. Acting Chairman: Next Question No. 98 of Senator Zahid Khan *Sahib*.

Q. No. 98

Mr. Acting Chairman: Any supplementary?

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب چیئرمین! ہمارے مالاکنڈ ڈویژن میں بجلی کی voltage اتنی کم ہے کہ وہاں جب پانی کی موٹر چلائی جاتی ہے تو وہ نہیں چلتی ہے اور لوگ بہت تکلیف میں ہیں، یہ سلسلہ عرصہ دراز سے ہے۔ پاکستان میں اگر کہیں بھی لوڈشیڈنگ نہیں ہو رہی ہوتی ہے تو وہاں پر اٹھارہ گھنٹے کی لوڈشیڈنگ ضرور ہوتی ہے، صرف چھ گھنٹوں کے لیے بجلی آتی ہے۔ اس low voltage کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ transmission line اتنی power کی نہیں ہے کہ وہ مالاکنڈ کے پورے nine districts کو بجلی supply کر سکے۔ اس کا جواب تو آیا کہ ہم کام کر رہے ہیں۔ کیا وزیر صاحب یہ بتا سکتے ہیں کہ اس کے لیے funds allocate کیے گئے ہیں یا نہیں، اس کا survey complete ہو گیا ہے کہ نہیں اور زمین acquire کی گئی یا نہیں اور اگر نہیں کی گئی تو وہ کب acquire کریں گے؟ یہ آج کی بات نہیں ہے مالاکنڈ ڈویژن کے nine districts کتنے سالوں سے suffer کر رہے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: نوید قمر صاحب۔

سید نوید قمر (وزیر برائے پانی و بجلی): جناب چیئرمین! اس کی دو وجوہات ہیں، ایک تو transmission میں جو bottleneck ہے، وہ اپنی جگہ لیکن اس کے ساتھ ساتھ پچھلے سال سیلاب میں Malakand-III Power House کے damage ہونے سے بھی وہاں بجلی کی total availability کم ہوئی ہے۔ معزز رکن کو شاید مجھ سے بھی زیادہ پتا ہے کہ وہاں on ground situation کیا ہے اور کیا ہو رہی ہے؟ ہم نے وہاں site selection کر لی ہے اور فوری طور پر land accusation شروع کر رہے ہیں۔ اُس کے بعد

اِس پر بھی کام ہو گا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم Sarhad Hydel Development Organization (SHYDO) سے بھی بات کر رہے ہیں کہ وہ بھی کام تیزی سے کریں تا کہ بجلی کی local supply بڑھ جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: زاہد خان صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب والا! میں معزز وزیر صاحب سے گزارش کروں گا کہ Water and Power کا جو اپنا گرڈ اسٹیشن درگئی یا جبن میں ہے، وہ کئی سالوں سے خراب پڑا ہوا ہے اور آپ نے ابھی تک اس کا ٹینڈر نہیں کیا ہے۔ وہ بیس یا تیس میگاواٹ کا ہے، وہ کام شروع کرے، جس کی آپ بات کر رہے ہیں وہ تو نیا ہے، وہ اسی میگاواٹ کا ہے، وہ صوبے کا ہے۔ اس پر کام ہو رہا ہے لیکن وزیر صاحب سے عرض کروں گا کہ ہمیں یہ مسئلہ درپیش ہے کہ آپ جب تک مردان سے 500 KV کی transmission line Chakdara تک نہیں لائیں گے، آپ کی hydel generation میں جتنا بھی اضافہ ہو گا، وہ control نہیں ہو سکے گا کیونکہ آپ کی capacity نہیں ہے کہ آپ اسے آگے لے کر جائیں، آپ اس کے لیے funds جاری کریں تا کہ ادھر کام شروع ہو سکے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: نوید قمر صاحب۔

سید نوید قمر: جناب والا! میں نے گزارش کی ہے کہ وہاں پر site selection ہو چکی ہے، اس کا PC-I بن چکا ہے اور ADB Tranche-III کے loan سے اس کی construction ہونی ہے، this is already earmarked in that.

جناب قائم مقام چیئرمین: مطلب یہ کہ آپ نے اس کا notice لیا ہوا ہے۔ آپ کے ساتھ زاہد خان صاحب اس سلسلے میں interact کرتے رہیں گے۔ Next Question No. 101 of Senator Zahid Khan *Sahib*.

Q. No. 101

Mr. Acting Chairman: Any supplementary?

سینیٹر محمد زاہد خان: کُرم تنگی ڈیم اس وقت ہمارے لیے بہت اہم ہے کیونکہ کُرم تنگی ڈیم بننے کے بعد وزیرستان جہاں پر بہت زیادہ شورش اور دہشت گردی ہے، ان کی کئی ہزار ایکڑ زمین اس سے سیراب ہو گی۔ اس کے لیے Planning Commission والوں نے سو ملین روپے رکھے ہیں، یہ لوگ اسلام آباد میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کا کچھ پتا نہیں کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ یہ مذاق نہیں تو کیا

ہے کہ آپ نے land accusation کے لیے موجودہ PSDP میں صرف سو ملین روپے رکھے ہیں اور ان پیسوں سے آپ کتنی زمین خریدیں گے جبکہ آپ کہہ رہے ہیں کہ ہم اس سال کرم تنگی ڈیم پر کام شروع کر دیں گے تو یہ پیسے آپ کن کو دیں گے؟ آپ نے یہ بھی کہا کہ وہاں پر اس وقت جو law and order and security کا مسئلہ ہے تو political agent یہ مسائل حل کرے گا۔ آپ جب تک لوگوں کو زمین کے پیسے نہیں دیں گے تو وہاں آپ کیسے کام شروع کریں گے؟ یہ تو ہمارے لوگوں کے ساتھ مذاق ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: نوید قمر صاحب! funds بہت کم allocate ہوئے ہیں۔

سید نوید قمر: جناب چیئرمین! معزز ممبر کو پتا ہے کہ ہم خود کوشش کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ funds ملیں اور پھر over all بجٹ کا جتنا حجم ہے اس سے منصوبوں کو جتنے بھی funds مل سکتے ہیں we take that لیکن اس منصوبے کی یہ شروعات ہیں and in the first year you do require less amount لیکن جیسے جیسے یہ منصوبہ آگے بڑھے گا تو ہمارے PSDP میں بھی زیادہ رقم رکھی جائے گی اور ہمیں expectation ہے کہ اس کی construction foreign funding سے ہو گی اور اس کے لیے ہماری بات چیت کافی advance stages پر ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی زاہد صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب چیئرمین! محترم وزیر صاحب یہ بتا دیں کہ اخبارات میں آیا تھا اور ہماری سینیٹ کی Standing Committee on Water and Power کے چیئرمین نے کہا ہے کہ اس سال مئی میں، جو کہ گزر چکا ہے، وہاں کام شروع کیا جائے گا لیکن کام تو شروع نہیں ہو سکا۔ اگر آپ اگلے سال کے پہلے مہینوں جنوری، فروری یا مارچ میں آپ کام شروع کرتے ہیں تو اس کے لیے land accusation بہت ضروری ہے، اگر اس کے لیے پیسہ نہیں ہے تو پھر لوگ آپ کو کیسے اپنی زمینیں دیں گے؟

سید نوید قمر: جناب والا! میں نے یہی گزارش کی ہے کہ اس سال ہمارے پاس جو allocation ہے وہ primarily land accusation کے لیے ہے تو جو بھی پیسہ ہے وہ اسی کام کے لیے ہے۔ ہمیں USAID وغیرہ سے جو funding expected ہے وہ construction کے لیے ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: الیاس بلور صاحب۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: جناب چیئرمین! معزز وزیر صاحب جو فرما رہے ہیں، ٹھیک فرما رہے ہیں لیکن انہوں نے جواب میں خود لکھا ہے کہ انہیں Rs. 80,000 per acre کے حساب سے 14,630 acres زمین چاہیے تو اسی ہزار روپے فی ایکٹر کے حساب سے ان funds کے ساتھ یہ کیسے meet کریں گے؟ پہلے تو زمین acquire ہوگی، پھر اس کے بعد اس کی construction کے لیے funds ملیں گے جبکہ ان پیسوں سے تو آدھی زمین بھی acquire تو نہیں ہو گی اور اگر آدھی زمین بھی acquire نہیں ہو گی تو پھر کیا ہو گا؟ پھر acquire کرنے کے لیے پیسے رکھیں گے اور اس طرح دو سال اور لگ جائیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی اس طرح rate enhance ہو جائیں گے۔ ہم as a House نوید قمر صاحب کو support کرتے ہیں، آپ کو کتنے پیسے چاہییں، ہم آپ کے ہاتھ مضبوط کریں۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: جناب والا! کم از کم زمین acquire کرنے کے لیے تو پیسے منظور کیے جائیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی نوید قمر صاحب کیونکہ ابھی تک تو 210 acres بہت minimum زمین acquire ہوئی ہے۔

سید نوید قمر: جناب والا! I am grateful for the support that I am getting from the Senate کیونکہ یہ تین سالوں میں ہونا ہے اور اس کا breakup ایسا ہو کہ اگلے سال allocation اتنی ہو کہ ہم bulk میں زمین لے سکیں۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: جناب چیئرمین! اس طرح تو دس سالوں کے بعد ڈیم بنے گا، آپ تین سالوں میں land acquire کریں گے اور دس سالوں کے بعد اس پر کام شروع کریں گے، یہ کیسی بات ہے؟

جناب قائم مقام چیئرمین: نوید قمر صاحب! دس سال بعد retired politician ہوں گے اور اپنے grand son کے ساتھ خوش و خرم زندگی گزار رہے ہوں گے۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب چیئرمین! میں وزیر صاحب سے گزارش کروں گا کہ پورا سینیٹ آپ کے ساتھ ہے، آپ کو foreign aid مل رہی ہے اور میرے اندازے کے مطابق وہ آپ کو مل چکی ہے۔ جب آپ کے پاس land accusation کے لیے پیسہ نہیں ہو گا تو وہ funds واپس چلے جائیں گے یا نہیں ملیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میں آپ کی مدد کرتا ہوں۔ اس وقت سینیٹ کی Standing Committee on Water and Power کے چیئرمین تو موجود نہیں ہیں، آپ اس کی فوراً ایک میٹنگ بلائیں اور اس میں آپ recommendations بھیجیں، کچھ تو کارروائی کریں۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب والا! وہ تو بادشاہ آدمی ہیں، وہ آتے ہیں اور نہ ہی میٹنگ بلاتے ہیں، آپ نے اسے ویسے ہی اس کمیٹی کا چیئرمین بنایا ہوا ہے، وہ نواب صاحب ہیں اور بلوچستان میں ہی رہتے ہیں اور یہاں آتے ہی نہیں ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ ممبران اکٹھے ہو کر اجلاس بلا سکتے ہیں۔ آگے بڑھتے ہیں کیونکہ اس چیز کا حل نکلنا ہے اور کام ہو، نہیں تو جو رقم نوید قمر صاحب کو دی گئی ہے یہ ریٹائرڈ بھی ہو جائیں گے اور یہ منصوبہ پورا نہیں ہوگا۔ جی ابراہیم صاحب۔

سینیٹر پروفیسر ابراہیم خان: جناب چیئرمین! یہ بتایا گیا ہے کہ 12,124 acres private land ہے اور 12,124 acres private land میں اس ڈیم کی تعمیر سے کتنی آبادی متاثر ہو گی اور اس آبادی کی بحالی کے لیے حکومت نے کیا پروگرام بنایا ہے؟

جناب قائم مقام چیئرمین: اس کے لیے ضرور کوئی پروگرام ہو گا، تربیلا والوں کا بھی ہوا ہے۔

سینیٹر پروفیسر ابراہیم خان: جناب چیئرمین! ہم یہی تو رونا رو رہے ہیں، تربیلا کے متاثرین ابھی تک ہری پور میں پڑے ہوئے ہیں اور آج تک وہ بحال نہیں ہو سکے ہیں، اس لیے یہ بہت سنگین مسئلہ ہے اور زاہد خان صاحب نے جیسے بتایا کہ یہ علاقہ پہلے ہی جنگ سے متاثر ہے اور اگر اس علاقے سے آبادی کو displace کیا جائے گا تو حکومت کے پاس اس کی بحالی کا پہلے سے پروگرام ہونا چاہیے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی بالکل۔ نوید قمر صاحب۔ (جاری------T3)

T03-15dec2011 Ashraf/Ed.Altaf Er.3 1130

پروفیسر ابراہیم جاری---

زاہد خان صاحب نے جیسے بتایا کہ یہ علاقہ پہلے سے متاثرہ ہے، جنگ زدہ علاقہ ہے اور اگر اس علاقے سے اس آبادی کو displace کیا جائے گا تو اس کی بحالی کا پہلے سے پروگرام ہونا چاہیے۔ اس کے لیے حکومت کے پاس کیا پروگرام ہے؟

جناب قائم مقام چیئرمین: جی ہاں بالکل، نوید قمر صاحب۔

سید نوید قمر: frankly Tarbela سے comparison اس لیے صحیح نہیں ہے کیونکہ اس زمانے میں واقعی اس چیز پر اتنا emphasis نہیں ہوتا تھا۔ اب تو کسی بھی donor agency سے funding آتی ہے تو وہ تو تب تک کام شروع ہی نہیں کرتے جب تک یہ ساری چیزیں settle نہ ہو جائیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ٹھیک ہے, Thank you,Question No.103, ڈاکٹر اسمٰعیل بلیدی صاحب Page 14 پر آجائیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: 103 تو کسی اور کا ہے نوید قمر صاحب کا تو نہیں ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: نہیں، اس کا جواب بخاری صاحب دیں گے۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: انچارج بخاری صاحب ہیں؟

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، جی۔ Prime Minister Secretariat کا ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: بہرحال، مجھے سخت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کل وزیراعظم صاحب نے سخت ہدایات جاری کیں اور چوبیس گھنٹے گزر گئے مگر ان کی ہدایات کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ آج بھی فیصل حیات صاحب ادھر موجود نہیں ہیں، اب جو وزراء صاحبان موجود ہیں ان کے سوالات آپ کو لینے پڑ رہے ہیں۔ اگر ہمارے وزیر صاحبان وزیراعظم صاحب کی اتنی ہدایات بھی نہیں مانتے تو پھر میرے خیال میں وزیراعظم صاحب کو reconsider کرنا چاہیے کہ ان کے پاس اختیارات ہیں یا نہیں ہیں۔ یہ کوئی مذاق نہیں ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: سوال کریں ناں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: ہر چیز کو نیر بخاری کے کندھے پر ڈال دینا مناسب بھی نہیں ہے۔ جی سوال نمبر 103۔

Mr. Acting Chairman: Any supplementary?

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب! میں نے سوال کیا تھا کہ بیت المال میں صوبہ وار بتائیں کہ پچھلے تین سالوں میں کتنی بھرتیاں ہوئی ہیں؟

جناب قائم مقام چیئرمین: اور یہ کہ بلوچستان کے ان میں کتنے لوگ ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: اس میں بلوچستان کے 19 ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: نہیں، نہیں نیچے بی کو پڑھیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: نیچے انہوں نے بتایا ہے صفحہ 15 پر کہ پنجاب کے 172 ہیں اور بلوچستان کے 19 ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ 19 بھی بھرتی نہیں ہوئے ہیں بلکہ deputation پر آئے ہیں اور ان کے domicile بھی بلوچستان کے نہیں ہیں۔ کیا نیر بخاری صاحب ایم ڈی بیت المال سے کہیں گے کہ وہ ان کی تمام details ہمیں دیں۔ یہ figures بھی صحیح نہیں ہیں بلکہ بلوچستان کے اتنے لوگ بھی نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں آپ مجھے کیسے مطمئن کریں گے؟

جناب قائم مقام چیئرمین: جی بخاری صاحب۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: پاکستان بیت المال کی total strength آج 1223 لوگ ہیں جو یہاں پر کام کر رہے ہیں۔ Out of these, 141 Province of Balochistan سے ہیں۔ اس میں Grade 1 to 16, میں ہیں اور 13 grade 17 and above ہیں۔ یہ correct figure ہے۔ بلوچستان کا کوٹہ 6% ہے جو موجودہ حکومت نے announce کیا ہے۔ اس کوٹے کو اگر مد نظر رکھا جائے اور 1223 کے حوالے سے اگر دیکھ لیا جائے تو پھر بھی وہاں پر ان کو accommodate کیا گیا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، Thank you, Question 105, Col. Tahir Mashhadi Sahib.

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی: اس پر supplementary بھی ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: اس پر کریں گے، آپ اپنے questions کب کریں گے؟

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی: جناب! پہلے والے پر ایک ہی supplementary ہوا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، جی۔

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Sir, going back to Question 103, only 22 people from Sindh. Sir,

سندھ یا بلوچستان کا تو خیر بلیدی صاحب نے case take up کیا ہے۔ خیبر پختون خوا کے بھی 21 ہیں, even in Baitul Mal میں بھی ہمیں نظر انداز کیا جاتا ہے۔ باقی کو تو چھوڑیں کہ اچھے lucrative jobs or grade 19, grade 20 and 21. ہوں تب بھی ٹھیک ہے۔ ادھر بیت المال میں بھی ہمارے ساتھ یہ ظلم ہو رہا ہے۔ یہ دیکھیں کہ only 22 total from the province of Sindh whereas 172 from another province. Disparity اتنی بھی نہیں ہونی چاہیے۔ کچھ justice ہو، انصاف ہو چھوٹے صوبوں کے ساتھ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی بخاری صاحب! وہ سندھ کی strength مانگ رہے ہیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: Sir, گزارش یہ ہے کہ honourable Senator نے صرف یہ اس سے اندازہ لگا لیا ہے جو last 3 years میں recruitment ہوئی ہے۔ اگر یہ پوری details مانگ لیں تو we can provide details کہ Total strength of 1223 میں سے سندھ اربن اور سندھ رورل سے کتنے ہیں۔ اگر اس میں کوئی deficiency ہے تو ہم جواب دینے کے پابند بھی ہیں لیکن without examining total strength اور اس میں کتنا کوٹہ observe ہوا ہے یہ تو صرف جو details انہوں نے مانگی تھی اس کا جواب ہے۔ اگر یہ سندھ کی strength چاہتے ہیں کہ total strength of 1223 میں سے کتنے لوگ سندھ سے ہیں تو we can provide him. We are ready to give *hisab*. ہم حساب دینے کو تیار ہیں لیکن آپ total strength کو تو دیکھ لیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: مشہدی صاحب! جب آپ fresh question کریں گے تو ساری information آجائے گی۔ اگر ناانصافی ہوئی ہے تو پھر ہم ویسے ہی کارروائی کر لیں گے۔ یہ فاٹا کی information بھی add کریں، fresh question آجائے۔ اگر آپ نے جواب دیا ہے تو آپ سے ہمیں بڑی امیدیں ہیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب! جو سوال تھا آپ اس کو examine کر لیں۔ اگر یہ FATA کی details مانگنا چاہتے ہیں تو give us a fresh question and we will reply that.

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: کیا تین سالوں کے دوران فاٹا سے کوئی بھی بھرتی نہیں ہوا؟

جناب قائم مقام چیئرمین: وہی، اس کا جواب آ گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ نہیں ہوا۔ بخاری صاحب ساری informationلیں گے، Leader of the House بھی وہی ہیں۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: اس کی وجہ کیا ہے کہ تین سالوں سے فاٹا سے ایک بھی بھرتی نہیں ہوئی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی سوال کا جواب یہی آیا ہے۔ Question No.105 کرنل سید طاہر مشہدی صاحب۔ نوید قمر صاحب کا سوال ہے۔

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Thank you sir, Question No.105.

جناب قائم مقام چیئرمین: جی خورشید شاہ صاحب۔

سید خورشید احمد شاہ: جناب! میری گزارش ہے کہ میری ایک گیارہ بجے meeting ہے۔ میں دس ساڑھے دس بجے exactly یہاں آ گیا تھا۔ اس وقت کوئی مہربان سینیٹر یہاں پر موجود نہیں تھے کیونکہ ہم نیشنل اسمبلی کے چلے ہوئے ہیں کہ وہ وقت پر شروع ہو جاتی ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: نہیں جناب! ہم سب آئے ہوئے تھے اور موجود تھے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی موجود تھے۔ میرے دفتر سے یہاں نظر آتے ہیں۔ کچھ سینیٹر صاحبان نیچے دھوپ سینک رہے تھے۔

سید خورشید احمد شاہ: Sir, میری ایک meeting ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شاہ صاحب کا سوال ہے، 27 نمبر صفحے پر آجائیں۔ طلحہ محمود صاحب کا سوال ہے، on his

behalf?

Senator Dr. Muhammad Ismail Buledi: Question No.63.

Mr. Acting Chairman: Any supplementary please.

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: بالکل جی، کوئی supplementary نہیں ہے۔ شاہ صاحب جا سکتے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ، شاہ صاحب کے ساتھ کوئی understanding ہے۔ اسمعیل بلیدی آسمرامار کے بیٹھے ہوئے ہیں کسی کام کے لیے۔

سید خورشید احمد شاہ: Sir, یہ تو مجھ پر مہربانی ہوئی ہے۔

Mr. Acting Chairman: Thank you very much, Shah Sahib.

سید خورشید احمد شاہ: Sir, Ministry of Petroleum کے بھی تین سوالات ہیں۔ وہ ڈاکٹر صاحب نہیں دے رہے ہیں؟

جناب قائم مقام چیئرمین: وہ آگئے ہیں، عاصم صاحب نظر آئے تھے۔

سید خورشید شاہ: وہ جواب نہیں دے رہیں ہیں بلکہ میں دے رہا ہوں۔ اچھے سوالات ہیں - میں ان پر ذرا آپ کو briefing بھی دے دوں گا۔

Mr. Acting Chairman: Question No.64, Abdur Rashid Sahib, on his behalf?

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: اس پر بھی کوئی supplementary نہیں ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: اچھا جی، اتنی نیک خواہشات تو ہم نے کبھی نہیں دیکھیں سینیٹ میں وزراء کے لیے۔ صفحہ نمبر 36 انگریزی والا۔ Question No. 67.

---T04---آگے

T04-15Dec-011 Er-11 Time 11.40 Mahboob Khan/Ed.

Mr. Acting Chairman: Question No.67.

Q.No.67.

Mr. Acting Chairman: Any supplementary? No supplementary. Question No.68 Q.No.68.

Mr. Acting Chairman: Any supplementary?

سینیٹر الیاس احمد بلور: جناب والا! سوال نمبر ۶۸ میں جو Lakhra Coal Mines مذکور ہیں ان میں وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کے پہلے دور میں مشینیں منگوائی گئی تھیں، اب جنریٹرز خراب پڑے ہوئے ہیں۔ جنریٹرز سے بجلی پیدا ہونی تھی لیکن ان کو ٹھیک نہیں کرایا گیا۔ انہوں نے اس میں سے کچھ coal private company کو commercial basis پر دیا ہے حالانکہ لاکھڑا کول جتنا بھی ہے that was reserved for generation of power. یہ کمپنی کون سی ہے جس کو انہوں نے دیا ہے اور یہ اس کمپنی کو کیوں دیا گیا ہے، private sale کے لیے coal کیوں دیا گیا ہے؟

Because it was reserved for power generation.

سید خورشید احمد شاہ: میں ایک تردید کردوں کہ لاکھڑا کول کا project 1991 میں لگا تھا اور اس وقت بے نظیر صاحبہ کی پیپلز پارٹی کی حکومت نہیں تھی۔ اس کے پچاس پچاس میگاواٹ کے تین turbines ہیں۔ اس میں سے دو turbines جو چین سے لیے گئے ہیں وہ خراب ہو گئے ہیں، ان پر کافی عرصے سے کام ہو رہا ہے مگر وہ ٹھیک نہیں ہو رہے۔ ان میں سے باقی 50 میں سے 35 Mega Watt coal سے ہے اور اس کو آٹھ سو سے ہزار ٹن per day کے حساب سے coal supply ہوتا ہے۔ اصل میں یہ سوال وزارت پانی و بجلی کا تھا۔ جب مجھے یہ بریفنگ دی گئی تو میں نے کہا کہ یہ تو وزارت بجلی و پانی کا سوال ہے مگر چونکہ اب یہ آگیا ہے اور ہماری joint responsibility ہے تو میں ہی اس کا جواب دے رہا ہوں۔

جہاں تک کمپنی کا سوال ہے تو جس کمپنی سے ان کا شروع سے agreement ہے وہی کمپنی یہ کوئلہ لاکھڑا کو supply کرے گی کسی اور کو supply نہیں کرے گی اور 3300 per ton کا ریٹ ہے۔ اس کا اس وقت جو market rate ہے وہ بہت زیادہ ہے مگر لاکھڑا کو وہ آج بھی 3300 per ton کے حساب سے coal supply کر رہے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: بلور صاحب۔

Senator Ilyas Ahmed Bilour: Sir, with due respect to honourable Minister, he is just like a brother to me but I differ with him. My question was, why the coal has been given

to a private party? Alright, there are two generators which are not working, you can bring another generator, it is government entity and it is not water and power Ministry

کیونکہ Water & Power Ministry نے صرف power generation کرنی ہے۔ یہ جو سوال ہے اس کو ہم نے جس طرح properly لکھا ہے اسی طرح اس کو لکھنا چاہیے تھا۔ یہ Ministry of Petroleum and Natural Resources کے تحت آتا ہے کیونکہ coal natural resources میں آتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ جو coal وہاں سے پیدا ہوا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ پروجیکٹ 1991 میں شروع ہوا تھا، میں کہتا ہوں کہ یہ چین کے جنریٹرز بدل دیں اور ان کی جگہ دوسرے جنریٹر لگا دیں، وہاں آپ کو 33 Mega Watt مل رہی ہے تو 56 Mega Watt further ملے گی، اس coal کو بیچنے کی کیا ضرورت ہے اور کس کمپنی کو بیچا ہے؟ وہ آپ کیوں نہیں بتا رہے کہ کس کمپنی کو بیچا ہے، وہ کمپنی تو اس وقت 1997 ,1991 میں موجود ہی نہیں تھی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: سید خورشید احمد شاہ صاحب۔

سید خورشید احمد شاہ: جناب والا! Honourable Senator کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ لاکھڑا کول حکومت سندھ کا ہے۔ اس کے بورڈ کا Chairman, Chief Minister Sindh ہے اس لیے یہ کوئی private نہیں ہے، Government of Sindh کوئی private ادارہ نہیں ہے یا private sector نہیں ہے۔ اگر انہیں مزید information چاہیے تو میں معزز سینیٹر کو دے سکتا ہوں۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: میری معلومات یہ ہیں کہ کسی private company کو coal بیچ دیا گیا ہے اور وہ مارکیٹ میں بیچ رہی ہے اگر آپ کہیں تو اس کمپنی کا نام بھی لے لوں گا، ایسی بات نہیں ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ کمپنی کو coal دیتے وقت کیا اس کا ٹینڈر منگوایا گیا، کیا publicity دی گئی؟ PEPRA کے rules observe کیے گئے ہیں یا نہیں کیے گئے۔ شاہ صاحب! بات یہ ہے کہ یہ coal جو private company کو دیا جا رہا ہے وہ بالکل ناجائز ہے۔ یہ coal ہمارا asset ہے، اس coal کو یہاں بیچ کر private company پیسے کما رہی ہے اور حکومت کو نقصان ہو رہا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شاہ صاحب! سوال کے (d) para کو دیکھ لیں۔ وہ کیوں مارکیٹ میں بیچا جا رہا ہے اور کس پارٹی کے ذریعے بیچا جا رہا ہے؟۔ آپ کو یہ سندھ حکومت سے پوچھنا پڑے گا کیونکہ یہ provincial subject ہے۔

سید خورشید احمد شاہ: میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر مجھے proper information نہ ہو اور میں ادھر ادھر باتیں کرکے اس ایوان کو misguide کروں تو اس سے بہتر ہے کہ حکومت سندھ سے proper information لے کر میں اپنے معزز سینیٹر کو بتا سکتا ہوں کہ کیا reason ہے، اگر ہے بھی تو کس کو ہے، کن بنیادوں پر ہے، PEPRA rules follow کیے گئے ہیں یا نہیں، کہاں پر problem آتا ہے، کہاں پر اس میں corruption شک ہے تو یہ ساری چیزیں میں ایوان کو properly بتاؤں گا۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: جناب والا! اس سوال کو defer کر دیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: اس پر fresh question کر دیجیے گا۔ Para (d) کے لیے specifically fresh question کریں۔ para (d) is the problem for which you are seeking clarification.

سینیٹر الیاس احمد بلور: Para (d) کے ساتھ جنریٹر کا بھی problem ہے وہ بھی ذرا پتا کر لیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ fresh question کر دیں تاکہ یہ صوبائی حکومت سے ساری information لے لیں۔ سوالنمبر ۶۹۔

Q.No. 69.

Mr. Acting Chairman: Any supplementary? No supplementary. Dr. Abdul Malik.

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: جناب والا! سوال نمبر 68 کا جواب پوری طرح نہیں آیا ہے۔ اس سے related میری شاہ صاحب سے ایک request ہے کیونکہ وہ ذمہ داری لے رہے ہیں۔ جناب والا! Sui Gas Field سے ایک سو کے قریب مزدور نکالے گئے تھے، بڑی کوششوں کے باوجود اب PPL اس بات پر آ گئی ہے کہ ہمیں پہلے pressurize کیا گیا تھا کہ ان کو نکالو، اب ہم ان کو لے لیں گے لیکن منسٹری بدستور ان کو لینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ ان کے کچھ لوگ پچھلے دو ہفتوں سے اسلام آباد آئے ہوئے ہیں اور ان سے ملنے کے لیے کوئی بھی تیار نہیں ہے۔ میں بھی چار، پانچ دنوں سے کوشش کر رہا ہوں کہ وزیر صاحب یا سیکریٹری صاحب سے کہوں کہ اب PPL تیار ہے، آپ مہربانی کرکے ان کو لے لیں۔ اب شاہ صاحب اگر ہمیں کوئی وقت دے دیں تو میں ان کو شاہ صاحب کے پاس بھیج دوں گا کیونکہ دو، تین ہفتوں سے یہاں اسلام آباد میں وہ بچارے کبھی ایک کے پاس جاتے ہیں اور کبھی دوسرے کے پاس جاتے ہیں، اس لیے شاہ صاحب، آپ ہماری مدد کریں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شاہ صاحب ضرور مدد کریں گے۔ویسے بھی سوئی سکھر کے قریب ہے اور شاہ صاحب کا واسطہ ان لوگوں کے ساتھ بہت پڑتا ہے۔

سید خورشید احمد شاہ: میں معزز سینیٹر کو یقین دلاتا ہوں کہ کابینہ کی ایک کمیٹی ہے جس میں ہم ملازمین کو regularize کرتے ہیں، اگر آپ مجھے ان کی فہرست دے دیں جس میں ان کی appointment, date of appointment کس class میں ہوئی ہے، contract پر ہیں یا daily wages پر ہیں اور اگر وہ ہیں اور ان کو ایک ایک سال ہو گیا ہے، آپ مجھے list دیں ہم ان کو confirm کر دیں گے۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: زاہد خان صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب والا! میں شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ انہوں کہا ہے کہ میں حکومت سندھ سے اس کے متعلق information لوں گا، ہماری Water & Power کی جو قائمہ کمیٹی ہے اس میں ہم نے اس کو discuss کیا تھا اور ایک بار نہیں بلکہ دو، تین بار۔ ہم نے Chief Secretary Sindh کو بلایا، وہ نہیں آیا، نہ ان کا نمائندہ آیا تاکہ ہمیں یہ clear کر دے کہ یہ Federal subject ہے یا Provincial subject ہے اور اگر Provincial subject ہے تو آپ نے advertise کر کے tender کیا یا نہیں تو دو دفعہ ہم نے meeting call کی لیکن سندھ حکومت نے اس میں کوئی دلچسپی نہیں لی اور سندھ حکومت کا نہ کوئی نمائندہ آیا اور نہ Chief Secretary آیا تو معزز وزیر یہ ensure کریں کہ اس کے متعلق ضرور پتا کریں گے کیونکہ گواہ موجود ہیں کہ یہ کوئلہ بازار میں بک رہا ہے اور ٹھیکیدار لے کر باہر بیچ رہا ہے اور حکومت کو اس کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے۔

سید خورشید احمد شاہ: جناب چیئرمین! اٹھارھویں ترمیم کے بعد صوبوں میں interfere کرتے ہوئے ہمارے پر جلتے ہیں کیونکہ ادھر ڈاکٹر مالک بیٹھا ہے اور ادھر زاہد خان بھی بیٹھا ہے، ہم اگر کوئی ایسی بات کریں گے تو یہ کہیں گے کہ صوبوں میں interference ہو رہی ہے---

ٹی ۵

سید خورشید شاہ جاری ہے---- یہ totally provincial ہے۔ اس کے بورڈ کے چیئرمین Chief Minister Sindh ہیں مگر اس کے باوجود بھی یہ ہماری اپنی حکومت ہے ہم ان سے information لے کر اس ہاؤس کو inform کر سکتے ہیں۔ ہم کسی province کو directive نہیں دے سکتے کہ آپ ایسا کریں۔ جناب چیئرمین! ٹھیک ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ جی مولانا حیدری صاحب۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: شاہ صاحب! ہم آپ کے پر جلنے نہیں دیں گے اور ہم آپ کے دائرہ اختیار میں بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شاہ صاحب! آپ تو امید کی کرن ہیں۔ باقی منسٹرز تو آتے ہی نہیں ہیں۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: میں شاہ صاحب سے اس ضمن میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے کہ گیس جو پورے ملک کو سپلائی ہو رہی ہے اس کا بہت حصہ بلوچستان سے نکلتا ہے لیکن اس گیس سے بلوچستان کے بہت کم لوگ استفادہ کر رہے ہیں اور پچھلے سالوں میں بڑی مشکل سے گیس منظور ہوئی اور افتتاح بھی ہو گیا لیکن جناب چیئرمین! آپ یقین جانئے کہ ان سردی کے دنوں میں قلات کا درجہ حرارت منفی تیرہ تک چلا گیا ہے لیکن قلات میں گیس نہیں ہے۔ وہاں کے GM سے میں بات کرتا ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ قلات کے لوگ چور ہیں۔ MD سے بات کرتا ہوں تو وہ بھی اس طرح کا جواب دیتا ہے۔ میں نے کہا کہ اگر کوئی چور ہے تو اس چور کو آپ پکڑیں۔ آپ کا کوئی نقصان ہو رہا ہے تو اس کو پکڑیں لیکن نہ کسی چور کو پکڑنے کی ان میں سکت ہے اور نہ ہی قلات کو گیس فراہم کرنے کا انتظام کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں اس ضمن میں تحریک استحقاق بھی لانا چاہوں گا کیونکہ بالکل واشگاف الفاظ میں صرف مجھے نہیں کہا بلکہ قلات کے معتبرین ان سے ملے تو ان کو بھی کہا کہ قلات کے لوگ چور ہیں۔ تو اس طرح کے الفاظ اس نے استعمال کئے ہیں۔ میں نے MD کو کہا کہ اس کو transfer کرو وہ بالکل بدمعاش بنے ہوئے ہیں۔ نہ transfer کرتے ہیں، نہ گیس فراہم کرتے ہیں اور نہ چور پکڑتے ہیں۔ شاہ صاحب! ذرا ہمیں بتائیں کہ یہ ذمہ داری کس کی ہے اور اس بارے میں کیا اقدامات کر سکتے ہیں؟

جناب قائم مقام چیئرمین: جی شاہ صاحب۔

سید خورشید احمد شاہ: جناب چیئرمین! یہ کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی بھی باعزت شہری کو چور کہے۔ میں سیکرٹری پیٹرولیم سے ضرور کہوں گا کہ اس پر انکوائری کریں کیونکہ Leader of the Opposition نے اس نکتے کو اٹھایا ہے اور یہ بڑی important بات ہے۔ اگر اس نے کیا ہے تو اس پر action ہونا چاہیے۔

دوسری بات یہ ہے کہ میں اس ہاؤس کو ذرا confidence میں لے لوں کہ آج کل جو گیس کی کمی ہے اور گیس اس وقت ملک کی ضرورت بھی ہے۔ بھٹو شہید نے یہ بات کی تھی کہ اس ملک میں اگر environment کو ٹھیک کرنا ہے تو ہمارے درخت قائم رہیں۔ اس کا ایک ہی طریقہ تھا کہ گیس ہر جگہ پر جانی چاہیے۔ 2008 تک سوئی نادرن نے کل 56000 کلومیٹر گیس کی پائپ لائن دی۔ اس مختصر عرصے میں 2008 سے آج 2011 تک 29000 کلومیٹر sanction ہوئے ہیں۔ اس کے لئے 47 بلین روپے دیے گئے ہیں۔ اس میں سے implement 40% ہوا ہے۔ خرچہ جو ہوا ہے وہ 19 بلین ہو چکا ہے۔ باقی کام بھی تیزی کے ساتھ چل رہا ہے۔ تو حکومت کی یہ پوری کوشش ہے کہ ملک کے جتنے بھی کم آبادی والے شہر ہیں جہاں پر کم از کم ایک ہزار کی آبادی ہو ان کو گیس سپلائی کرے۔ دعا ہمیں کرنی چاہیے کہ جو ہمارے reserves ہیں جہاں پر کسی نہ کسی چیز سے رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے۔ کہیں NLGP کے اوپر stay مل جاتا ہے یا اس میں کوئی دوسری رکاوٹ آتی ہے یا کنر گیس کو stay کیا جاتا ہے جہاں سے 300 ملین کیوبک فٹ گیس نکلتی ہے اور اس کو روکا جاتا ہے۔ اگر یہ دو تین پراجیکٹ ہمارے چالو ہوتے تو آج ملک میں خاص طور پر فیصل آباد میں یا کھاد کے یوریا کمپنیوں میں گیس کی shortage ہے یہ ختم ہو جاتی۔ اس حکومت کی پوری خواہش ہے کہ ملک کے ہر حصے میں گیس سپلائی کرے اور اس ملک کی environment کو ٹھیک کرے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ٹھیک ہے۔ سارے مسائل کے ساتھ ساتھ افسروں کی زبان بھی کافی زہریلی ہو گئی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ایسے زہریلی افسروں کے ساتھ عوام دست و گریباں ہوں۔ یہ بھی آپ ذہن میں ڈال لیں جو واپڈا کے افسروں کے ساتھ ہوا۔

Question No. 105, Senator Tahir Hussain Mashhadi *Sahib*.

[Q. No. 105]

Mr. Acting Chairman: Any supplementary please.

Senator Col. (Retd.) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Sir, I will like to ask the honourable Minister that in his reply he has said that there are 8993 total people employed in HESCO. Out of that Gilgit Baltistan has Zero, FATA has Zero and Balochistan has 11. This is out of 8993. Again sir, I would like to ask the honourable Minister to explain why these areas are not represented? Why the people from these areas have been neglected, they are always looking for jobs. They are very hard working people. Again it is a discrimination with the smallest provinces. Again Balochistan is being ignored. This is a matter of grave concern.

جناب قائم مقام چیئرمین: نوید قمر صاحب! سے جواب لیتے ہیں۔

Syed Naveed Qamar: Sir, if I may explain. We are talking about the Hyderabad Electric Supply Corporation. Now, as you know these were employees of unified WAPDA and when the WAPDA system was broken up into individual then obviously people from Hyderabad and its vicinity or from Sindh opted to go to HESCO, those from other areas opted to go to other areas. For example Lahore inhabitants would inevitably have gone to LESCO, Faisalabad inhabitants would have gone to FESCO and Quetta and so on. So, in that sense it is only fair that the people from that local area be employed in that area and those from the other areas be employed in their particular DESCOs.

جناب قائم مقام چیئرمین: ڈاکٹر عبدالمالک صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: نوید قمر صاحب سے میری ایک گزارش ہے کہ اس نے دو تین مہینے پہلے ایک وفد بھیجا تھا جس نے ایران میں جا کر ایک agreement کیا ہے جس میں اسمٰعیل بلیدی صاحب، لشکری خان تھے اور پیپکو کے لوگ تھے۔ معاہدہ بھی ہو گیا ہے لیکن اب پتہ نہیں کہ اس میں کوئی technical problems ہیں یا کچھ اور ہے۔ نوید قمر صاحب کی مہربانی ہو گی اگر اس بارے میں ہمیں ذرا بتا دیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: اس question کے حوالے سے پوچھ لیں یا آخری question کے بعد پوچھ لیں۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: جب بھی مناسب سمجھیں تو ہمیں بتادیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: یعنی معلومات کے لئے۔ میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی صاحب آپ کی اشیر باد سے گئے تھے۔ جی، بلیدی صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: نوید قمر صاحب کے ساتھ اس معاملے کو ہم نے پچھلے Session میں بھی اٹھایا تھا۔ ہمیں افسوس ہے جس طرح ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ہم گئے اور ہم نے بڑا help کیا بلکہ جو ریٹ تھا 12,13 روپے کا تھا وہ ہم نے 6,7 کے درمیان طے کرا لیا۔ انہوں نے دو مہینے کا کہا تھا۔ دو مہینے کے بعد رمضان کے دوران دوبارہ ایک لیٹر لکھا کہ ہمیں مزید تین مہینے چاہییں۔ تین مہینے ابھی نومبر میں پورے ہوگئے۔ ابھی میں تربت گیا تھا۔ ایرانی بارڈر پر میں خود گیا تھا۔ راہداری لے کر grid والوں کو میں ساتھ لے گیا تھا۔ میں گیا اور جب وہاں پر میں نے کام چیک کیا تو کام کے بیشتر حصے complete تھے۔ انہوں نے کہا کہ اس کو ہم end of December تک complete کریں گے۔ انہوں نے ہمیں کہا کہ ٹیسٹ کرنے والی ایک ٹیم آئے گی۔ نوید قمر صاحب! یہ بہت بڑا مسئلہ تھا۔ لوگوں نے اس معاہدے پر بڑی خوشی کا اظہار کیا تھا لیکن آپ کے سیکرٹری صاحب جو میرے دوست بھی ہیں میں اس کو personally ملا ہوں۔ ہر ہفتے میں تین دن ملتا ہوں۔ اس کا ریکارڈ موجود ہے۔ لوگوں نے ہمیں بعد میں ذلیل کیا کہ آپ لوگوں نے جھوٹ بولا ہے۔ آپ لوگوں نے جا کر ہمیں ایک دھوکہ دیا ہے۔ لوگوں نے ہمیں SMS کرکے گرمی کے دنوں میں ذلیل کر دیا تھا کہ آپ کا کیا معاہدہ ہوا ہے۔ ایک بندے نے مجھے SMS کیا ہے کہ جناب ایک بندہ پانی میں گر گیا ہے۔ آپ کی بجلی کب آئے گی تاکہ ہم اس کو نکال دیں ورنہ وہ مر جائے گا۔ میں نے کہا کہ آپ اس کا انتظار نہ کریں۔ آپ خود کوئی رسی وغیرہ سے نکال لیں بجلی کے آنے تک وہ مر جائے گا۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ نوید قمر صاحب بڑے قابل احترام ہیں۔

(آگے ٹی 06 پر جاری ہے)

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: -------جاری ہے----- نوید قمر صاحب بڑے قابل احترام ہیں، نوید قمر صاحب کے پاس اور بھی ذمہ داریاں ہیں وہ اس پر کوئی توجہ نہیں دے رہے۔ ہم بار بار کہہ رہے ہیں، ہم سینیٹر ہونے کے باوجود بھیک مانگ رہے ہیں لیکن ان کی طرف سے کوئی لیٹر نہیں لکھ رہا، نہ کوئی فون کرتا ہے، نہ اس کو follow up کرتا ہے۔ اس کا جواب ذرا مجھے دے دیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ جو بلوچستان کے بارے میں آپ کا initiative تھا اس کے بارے میں بتائیں۔

سید نوید قمر: میں گزارش کروں کہ جو progress ہے وہ تو سینیٹر بلیدی صاحب نے خود آپ کے سامنے رکھ دی ہے کہ اتنا کام ہوا ہے۔ کام ایران حکومت کی کمپنی کر رہی ہے، ہم اس کو follow up کر رہے ہیں we can only push them to expedite the work which we are doing. We hope اب آخری مراحل میں ہے۔ اب لوگوں کو یہ امید دلانی چاہیے کہ جو کام ہم نے شروع کیا تھا وہ اب آخری مراحل میں ہے بجائے اس کے کہ ہم مایوسی دکھائی۔ آخر میں یہ ہو سکتا ہے کہ ڈاکٹر مالک صاحب اور بلیدی صاحب کو شاید ایران پھر بھیجنا پڑے کہ وہ فائنل بٹن دبا سکیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: نوید قمر صاحب ایران والے اپنی ٹرانسمیشن لائن لے آئیں گے، within Pakistan آپ کا کوئی پراجیکٹ ہے کہ اس کو جلدی سے link کریں۔

سید نوید قمر: جناب والا! That is a different project اور اس پر بھی کام ہو رہا ہے اور the negotiations on the price are still going. That is much larger of about 1000 megawatts. Sir, along with that there is Malaysian Company which has come up with this offer they have been negotiating with the Iranian Government to set up a power plant in Iran for supply of power to Pakistan of 3000 megawatts. All of that will come through Quetta. So I think in future Quetta will also become a hub for import of electricity.

جناب قائم مقام چیئرمین: ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے دور میں کچھ ہو جائے۔ جی میڈم بتائیں۔

سینیٹر سیمیں صدیقی: جناب چیئرمین! یہ جو وزیر صاحب نے کہا کہ ابھی ملائشین کمپنی سے بات چل رہی ہے to setup a power plant in Iran. میرا ان سے سوال ہے کہ یہ پاور پلانٹ کی funding پاکستان کرے گا یا ایران۔

سید نوید قمر: جناب والا! پہلی چیز تو عرض کروں کہ یہ پرائیویٹ سیکٹر کمپنی ہے وہ خود funding کریں گے پاکستان یا ایران حکومت نہیں کرے گی۔ وہ ایران سے گیس خریدیں گے کیونکہ ہمارے پاس گیس کی shortage ہونے کی وجہ سے power transmit کرنے کا پراجیکٹ ہے rather than gas import کا پراجیکٹ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: سوال نمبر ۵۷ ڈاکٹر اسماعیل بلیدی۔

(Q. No. 57)

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب والا! میں نے پوچھا تھا کہ واپڈا میں گریڈ بارہ سے بائیس تک کام کرنے والے افراد کے نام، صوبہ وار کتنی آسامیاں خالی ہیں۔ جواب میں آسامیاں ۹۹ بتائی گئی ہیں اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ بھرتی پر پابندی ہے۔ صوبہ وار جو تفصیل دی گئی ہے وہ کل ملازمین ۶۲۳۴ ہیں۔ جناب والا! یہاں پر غضب دیکھیں کہ بلوچستان سے صرف ۱۴۶ ، فاٹا ۴۵ اور گلگت بلتستان ۴۷ اور مختلف ہیں۔ جناب والا! جبکہ ہمارا کوٹا تین سو کے قریب بنتا ہے۔ اگر یہ دیکھیں تو یہ ہمارے ساتھ انتہائی زیادتی ہے اور نوید قمر صاحب جیسے بااختیار وزیر کے چار سال پورے ہونے والے ہیں۔ جناب چیئرمین! آپ کا تعلق اور میرا تعلق بلوچستان سے ہے۔ بار بار چیخنے چلانے سے مجھے خود محسوس ہوتا ہے کہ میں بلوچستان کا نام لینا بند کر دوں۔ کوئی پابندی لگائی جائے کہ بلیدی کم از کم بلوچستان کا نام نہ لے، اتنا چیخنے چلانے کے باوجود آج تک کوئی ٹس سے مس نہیں ہوا ہماری ٹرن بھی پوری ہونے والی ہے۔ جو ادارہ بھی ہو، آپ پی آئی اے کو دیکھیں، آپ باہر کے سفارتخانوں کو دیکھیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ سوال پر آئیں ناں یہ تو آپ تقریر کر رہے ہیں۔ نوید قمر صاحب بلوچستان کے کوٹے کی کمی آپ کب پوری کریں گے۔ آپ تو پورے پاکستان کی تاریخ بتا رہے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: یہ تو بتائیں گے کہ پورا کریں گے لیکن ابھی ہماری زندگی میں پوری ہوتی ہوئی نہیں دیکھتی۔ یہ بتایا جائے کہ کب پوری ہوگی اور کس طرح پوری کریں گے۔ وزیر صاحب نے کہا کہ ۹۹ آسامیاں خالی ہیں۔ اگر یہ ساری بلوچستان کو دیں تو تب بھی کوٹا پورا نہیں ہوتا۔ جب ان کے پاس آسامیاں موجود نہیں تو بلوچستان کا کوٹا کیسے پورا کریں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی نوید قمر صاحب۔

سید نوید قمر: جناب والا! میں گزارش کروں کہ ایک تو یہ historical fact ہے جو ہمیشہ سے ہوتا آتا رہا ہے اور اس کو ہم نے ٹھیک کرنا ہے۔ وزیراعظم صاحب اعلان کر چکے ہیں کہ ban عنقریب lift ہونے والا ہے۔ Any day, today or tomorrow it would be lifted. کوئٹہ الیکٹرک سپلائی میں جو آسامیاں ہیں وہ تو تمام کی تمام بلوچستان کو جائیں گی۔ in terms of total numbers بڑھ جائیں گے لیکن لوگ وہ ہیں وہ ادارہ ہے جو کہ is sort of dying in some ways یہ تو historically لوگ تھے اب individual companies کے ملازمین آئیں گے اور وہاں پر آپ دیکھیں گے کہ proportion ٹھیک ہو گا rather than these people who have been recruited 20 years ago.

جناب قائم مقام چیئرمین: نوید قمر صاحب درستگی کی طرف جائیں۔ ۱۹۷۳ کا آئین ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں بنا آپ کے دور میں صوبائی کوٹے پر عملدرآمد ہونا چاہیے۔ سب سے زیادہ اس آئین کے علمبردار ہیں۔

Syed Naveed Qamar: Sir, I firmly believe in provincial quota. If you recall in fact for quota extension, as opposition member

میں نے ہی resolution move کی تھی، پاس کروائی تھی جس کی وجہ سے amendment آئی اور اس کا کوٹا بڑھا۔ I am a firm believer in that. لیکن کوٹہ کو adhere کرنا ایک چیز ہے جس کو ہم کریں گے۔ جو پرانی چیزیں ہیں اس کو correct کرنے میں وقت لگتا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: بخاری صاحب کے ذمے بھی کام کریں۔ جی بلیدی صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب چیئرمین! میں ان کے جواب سے بالکل مطمئن نہیں ہوں اور مجھے افسوس ہے کہ لوگوں نے ہمیں یہاں پر بھیجا ہے کہ ہم بلوچستان کے لوگوں کی نمائندگی کریں۔ مجھے یہ لگتا ہے کہ ہم یہاں پر ٹی اے، ڈی اے کے لیے آئے ہیں اور ہمارے یہاں پر بیٹھنے سے بلوچستان کے لوگوں کی کوئی احساس محرومی کم نہیں ہوئی الہٰذا میں بلوچستان کی عوام کے ساتھ زیادتی کے خلاف علامتی واک آؤٹ کرتا ہوں اور جو بلوچستان سے متعلق ممبران ہیں ان سے میری درخواست ہے کہ وہ میرا ساتھ دیں۔

(اس مرحلے پر بلوچستان کے سینیٹر صاحبان نے علامتی واک آؤٹ کیا)

جناب قائم مقام چیئرمین: میڈم کلثوم صاحبہ پہلے سپلیمنٹری کر لیں پھر واک آؤٹ کریں۔

سینیٹر کلثوم پروین: شکریہ جناب چیئرمین! ایک تو بلیدی صاحب کی بات بالکل صحیح ہے کہ ہاؤس میں وہ وقتاً فوقتاً نہیں بلکہ ہمیشہ آواز اٹھاتے رہے۔ جناب چیئرمین! آپ کے علم میں ہے کہ گزشتہ تین دنوں سے ایک ہی بات کہہ رہی ہوں اگر آج آپ اس لسٹ کو دیکھ لیں۔ ایک تو تین سو لوگوں کا short fall یہاں پر مرکز میں ہے۔ دوسرا گریڈ بائیس، گریڈ بیس، گریڈ انیس کا ہمارا کوئی افسر نہیں ہے۔ میں صرف وزیر صاحب سے یہ کہوں گی کہ surety دے دیں کہ آپ یہ پوسٹیں کب اعلان کر رہے ہیں اور ہمارے گریڈ بائیس، گریڈ اکیس اور گریڈ انیس کے افسر کیوں نہیں لیے گئے۔ ہاؤس کو اعتماد میں لے کر اتنی surety دے دیں اس کے بعد آپ چیئر کر رہے ہیں آپ کچھ رولنگ دے دیں۔ بلیدی صاحب صحیح کہہ رہے ہیں کہ ہم کل سے ہاؤس میں نہیں بیٹھیں گے اگر ہمارے کسی سوال کا جواب مطمئن طریقے سے نہیں آتا یا اس پر عمل نہیں ہوتا۔ آپ بیٹھیں ہیں لہذا میں واک آوٹ نہیں کر رہی اور جواب سنوں گی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: نوید قمر صاحب نے خود floor of the House بتایا ہے کہ opposition میں یہ صوبائی کوٹے کے mover تھے۔ خود یہ اس کے علمبردار ہیں۔

سینیٹر محمد زاہد خان: دیکھیں اس کو اگر آپ پڑھ لیں تو اس میں کل 4643 ہیں جس میں سے صرف پنجاب کے تین ہزار ہے۔ اگر تین ہزار پنجاب کے ہے تو پچاس فیصد پنجاب کا حصہ ہے، یہ کیسے پچاس فیصد ہو گیا۔ اگر وزیر صاحب پڑھ لیں اور مہربانی کریں، یقین دہانی کروائیں کہ جن کا کوٹا کم ہے اس کو نئی آسامیاں آنے سے پر کریں گے، جس صوبے کا زیادہ ہے ان کی بھرتیاں نہیں کی جائیں گی کیونکہ انہوں نے کوٹے کے لحاظ سے پہلے ہی کوٹا زیادہ لیا ہوا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی نوید قمر صاحب۔

(جاری ہے)

ER12 12:10 P.M. FAHEEM/ ED Javaid T07-15DEC2011

جناب قائم مقام چیئرمین: جی نوید قمر صاحب۔

Syed Naveed Qamar (Minister for Water and Power): Sir, I will issue a directive on this matter right away.

Leave of Absence

Mr. Acting Chairman: Thank you. Now we have come to the end of the *Question Hour. All the questions related to Ministry of Housing are deferred. Now come to leave applications.

پروفیسر ساجد میر ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 9 دسمبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے، اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب وسیم سجاد ذاتی مصروفیات کی بنا پر 13 دسمبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر پائے تھے، اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: محترمہ الماس پروین صاحبہ 75ویں اجلاس میں 9 اور 12 دسمبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر پائی تھیں اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

Mr. Acting Chairman: Now, come to legislative business, item No.3.

(interruption)

جناب قائم مقام چیئرمین: میری عرض سنیں، point of order بعد میں لے لیں گے۔ یہ ایک چھوٹی سی کارروائی ہے اس کے بعد لے لیں گے۔

(مداخلت)

Mr. Acting Chairman: Ilyas Bilour *sahib*, you are on a Call Attention Notice.

---

* *All the remaining questions and their replies are taken as read and placed on the table of the House.*

سینیٹر الیاس احمد بلور: جناب والا! ایک سفید کاپی ہوتی ہے، جو میں نے دی ہے،وہ میرے پاس نہیں ہے، وہ ذرا میرے پاس بھیج دیں۔ جناب چیئرمین! میں تو ویسے بھی اس کو لینا نہیں چاہتا تھا کیونکہ honourable Finance Minister موجود نہیں ہیں۔ This is the impact of the honest Finance Minister اور یہ جو وزیر مملکت ہیں، یہ کل بھی تشریف لائے تھے صنعت کی وزارت کے لیے اور ان کے جوابات دے رہے تھے اور آج یہ Finance Ministry کا جواب دے رہے ہیں۔ ہمیں نہیں پتا whether he is a Minister of State for Finance or anything else. I don't know. Minister for Finance کبھی آتے بھی ہیں اس ہاؤس میں؟

جناب قائم مقام چیئرمین: میرے خیال میں انہوں نے ان کو ذمہ داری دی ہے۔ خواجہ صاحب اس کا جواب دیں گے۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: مجھے یہ بتایا جائے کہ خواجہ صاحب وزیر مملکت کس محکمے کے ہیں؟ خواجہ صاحب! آپ مہربانی کر کے یہ بتا دیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: بات collective responsibility کی ہے۔

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Sir, he is a Member of the Cabinet and he is here to reply that.

Senator Ilyas Ahmad Bilour: I just want to tell you that why that gentleman, the honourable Minister is not attending the Senate Session. He is an elected Senator also and how many times he came to this Senate.

کتنے سوالات ہوتے ہیں، یہ کیوں کسی اور کو دے دیتے ہیں؟ He is an honourable Senator also. He is a colleague of us. He remained a colleague earlier also. اس کا کیا مقصد ہے۔ جس ایوان کے یہ خود رکن ہیں، جس کی وجہ سے یہ Finance Minister بنے ہیں، وہ اس میں ہی تشریف نہیں لاتے، اس کی کیا وجہ ہے؟

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Sir, Minister *sahib* has got other responsibilities also. Sir, he has deputed his colleague over here. If he is not satisfied,

پھر تو اور بات ہے لیکن ابھی تو انھوں نے Calling Attention raise ہی نہیں کیا، پھر اس کے بعد اس کا reply آنا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ instead of going for Calling Attention یہ کبھی left کبھی right ہو رہے ہیں کہ جی Minister is not here. This is the collective responsibility and a Member of Cabinet is sitting here to reply. میں نہیں سمجھتا کہ یہ بات ٹھیک ہے، یہ بلاجواز اعتراض کیا جا رہا ہے۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: میں جناب چیئرمین سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ سیکرٹری صاحب ہمیں اگلے سیشن میں یہ بتائیں کہ honourable Minister for Finance کتنی مرتبہ اس ایوان میں آئے ہیں۔ As far as I know, I have not seen him in this House.

جناب قائم مقام چیئرمین: اس کا جواب آپ کو چیمبر میں دے دیں گے۔ آپ کو ان کے روبرو کر دیں گے۔ آپ کچھ ایسی روایتیں قائم کریں کہ کل جب میڈم سیمیں صدیقی وفاقی وزیر ہوں اور جب وہ نہ آئیں تو ہم ان کے معاملات بھی چیمبر میں حل کریں۔ ایسے نہ out of the Chamber باتیں اٹھتی رہیں۔ ایسی روایتیں ہمیں بنانی چاہییں۔

خواجہ شیراز محمود (وزیر مملکت برائے پیداوار): جناب چیئرمین! میں یہاں پر یہ درخواست ضرور کروں گا کہ یہ collective responsibility of the Cabinet ہے۔ جو بھی business یہاں پر rules کے مطابق ہوتا ہے ہم نے اسے respond کرنا ہے۔ اگر کہیں اور بھی Federal Minister کی responsibility ہے تو میں یہاں پر حاضر ہوں آپ کے ہی سوال کو respond کرنے کے لیے اور اگر کچھ پوچھنا ہے تو میں بتانے کے لیے تیار ہوں اور اگر honourable Member یہ چاہتے ہیں کہ Federal Minister خود آکر یہاں پر بات کریں تو وہ جس وقت یہاں پر آئیں گے تو اس وقت دوبارہ ان سے پوچھ لیجیے گا۔ ہماری یہ responsibility ہے۔ جب respond نہیں کیا جاتا تو تب بھی اعتراض ہوتا ہے اور جب respond کر رہے ہیں تو ہم سے بات پوچھ لیں جو پوچھنی ہے اور اگر نہیں پوچھنی تو بھی ٹھیک ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: بلور صاحب! آپ پڑھ لیں کیونکہ یہ ان کی ذمہ داری ہے۔

Senator Ilyas Ahmad Bilour: Sir, I am thankful to the Minister of State what he has said. I am not running away from my own Call Attention. I will definitely take it up and I mean it that is why I have written it.

میں یہ سوال تو لیتا ہوں لیکن میرا یہ objection تھا جو میں ہاؤس کو بتانا چاہتا تھا اور ہاؤس کے باقی ارکان بھی مجھ سے agree ہوں گے کہ honourable Finance Minister never give a lift to this House at all.

Sir, I would like to draw the attention of the Minister for Finance, Revenue, Planning and Development, Economic Affairs and Statistics to a matter of an urgent public importance. The news dated 02-12-2011 that FBR has found that 3396 containers of the NATO and ISAF were missing and the Probe Committee has also admitted that there has been an immense failure on the part of the Collectorate, that recognition was made properly. And the containers should go safely from Pakistan across the border to Afghanistan.

The Finance Minister may kindly inform this House that measures have been taken so far for further remedy and the action may also be taken against the officials involved.

خواجہ شیراز محمود: شکریہ جناب چیئرمین۔ In 2010 nation media پر یہ خبریں شائع ہوئیں کہ NATO and ISAF containers اپنی destinations تک نہیں پہنچتے اور اس سے پہلے پاکستان میں absorb ہوجاتے ہیں۔ وہ پاکستان کے اندر ہی کہیں چھپا دیے جاتے ہیں اور یہیں پر ہی ان کا سامان استعمال ہو جاتا ہے۔ Honourable Chief Justice of Supreme Court نے suo motu action لیا اور اس کے نتیجے میں Federal Tax Ombudsman (FTO) کو مقرر کیا گیا کہ وہ اس میں probe کرے۔ اس probe کے نتیجے میں جو FTO نے کی جو honourable Supreme Court میں انہوں نے respond کیا۔ ان کی investigation اور ان کی probe کے مطابق جو parameters انہوں نے select کیے؛ انہوں نے لکھا کہ 7922 containers in which ISAF containers بھی شامل تھے اور اس کے ساتھ Afghan Transit Trade کے containers بھی شامل تھے۔ یہ پوری تفصیل انہوں نے دی کہ یہ گم ہوئے ہیں۔ یہ probe جب Supreme Court میں آئی اور FTO کی ان findings پر چیئرمین FBR نے ایک Committee constitute کی اور اس کمیٹی کو یہ mandate دیا گیا کہ وہ internally اس کو probe کرے اس کی ساری تفصیلات سامنے لے کر آئے۔ وہ کمیٹی جو FBR Member Tax Payer Audit

کی زیر نگرانی تھی، اس نے Probe کیا اور یہ چیزیں establish کیں کہ یہ 7900 something نہیں ہیں بلکہ یہ 28802 containers ایسے تھے جو اپنی destination تک نہیں پہنچ پائے۔ کراچی سے جو ہمارے دو exit points ہیں، طورخم اور چمن بارڈر تک نہیں پہنچے، افغانستان میں نہیں گئے بلکہ پاکستان میں ہی کہیں چھپا دیے گئے اور استعمال ہو گئے۔ ان کی basis پر انہوں نے 06 reports Supreme Court میں بھی جمع کرائیں اور یہ جو FBR میں probe چل رہی تھی اس کی لمحہ بہ لمحہ کی reporting دیں۔ کیونکہ معاملہ Supreme Court میں subjudice ہے------

(Followed by T08)

Azhar/Sial/Mubashir-Ed. ur1 t08-15dec2011

خواجہ شیراز محمود (وزیر مملکت برائے پیداوار): (جاری) چونکہ یہ معاملہ سپریم کورٹ میں subjudice ہے، اور اس کی probe انہوں نے وہاں مستقل respond کی۔ معزز رکن کے knowledge and notice کے لیے میں یہ عرض کرتا چلوں کہ جب یہ initially probe ہوا اور یہ کہا گیا کہ 7900 کے قریب کنٹینرز ہیں تو اس سے یہ figure بڑھ گئی۔ ایف بی آر نے جب اس کو probe کیا اور آنریبل سپریم کورٹ نے بھی appreciate کیا کہ ان کی جو findings اور probe ہے وہ up to mark ہے اور وہ بہتر انداز سے آگے proceed کر رہے ہیں۔ اس میں ایوان کی اطلاع کے لیے میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ اس میں جو بھی involve تھے، جو carrier involve تھا، جس carrier کے through یہ کنٹینرز پاکستان بھر سے move کر رہے تھے، ان کی یہ collective responsibility تھی کہ اپنی منزل پر ان کنٹینروں کو پہنچنا چاہیے۔ NLC was responsible for that, carrying agents تھے، boarder agents تھے، importers تھے، ان سب کو notices serve ہوئے۔ اس پر بھی معاملات آگے چل رہے ہیں۔ آنریبل چیئرمین صاحب! میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ 1.5 billion of rupees کی recovery کے لیے proceedings چل رہی ہیں۔ اس کے لیے notices serve ہو چکے ہیں۔ Recovery کا ایک process چل رہا ہے۔ اس کے علاوہ آنریبل ممبر کے سوال اور probe کے جواب میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ بائیس آفیسرز کو charge sheet issue ہو چکی ہے۔ Chairman FBR کی competency ہے to issue notices and charge sheet. Those officers who are above Grade-19, definitely they are of a high rank. It is the authority of the

کہ وہ ان کے خلاف کارروائی کو initiate کرنے کی اجازت دیں گے تو وہاں پر بھی یہ چیزیں پہنچا Prime Minister of Pakistan دی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی بتاتا چلوں کہ چونکہ معاملہ subjudice ہے اور بیس تاریخ کو سپریم کورٹ میں دوبارہ اس کیس کی hearing ہے تو وہاں پر بھی یہ معاملات چل رہے ہیں اور یہ ساری چیزیں سپریم کورٹ کے نوٹس میں بھی جا رہی ہیں۔ بہت شکریہ۔

Senator Ilyas Ahmad Bilour: Sir, I highly appreciate the honourable Minister, he is replying from the Finance side, I understand and it was in my knowledge also that NLC is totally involved because when the Railway was alive, it used to be transported through Railway and not a single container has been misplaced. Now the Railway is dead almost. So, all these things have been transported by NLC as honourable Minister for State has said and that is why I wanted to say that the NLC is the main culprit in this and no other person along with those people were involved. I must tell you here also that there are trucks which have been loaded from the port Qasim or from other port and has been sold in *Jodia Bazar*. Secondly the same truck is going. This is also on the record and it is on the record of the FBR. The same truck has been again loaded.
کم از کم پشاور جا کر ڈرائی پورٹ پر اتارنے کے لیے آنے جانے میں دس دن تو لگتے ہیں تو وہ کیسے لوڈ ہو رہے تھے۔ کیا این ایل سی والے سوئے ہوئے تھے؟ وہ کیا کر رہے تھے؟ وہ ان ٹرکوں کو کیوں load کر رہے تھے؟ میں یہ بات کرنا چاہتا تھا۔ میں بھی یہی بات کر رہا ہوں and I highly appreciate all these answers given by the honourable Minister for State. I also think that the case is subjudice as well. Thank you very much.

جناب قائم مقام چیئرمین: مولانا صاحب! تھوڑی تکلیف دے رہا ہوں۔ بہت معمولی سی Legislative Business ہے۔ پانچ منٹ کا ہے۔ اس کو کرنے کے بعد ہم پوائنٹ آف آرڈر پر آتے ہیں اور آپ سے بسم اللہ کریں گے۔ زاہد خان صاحب بھی ہیں اور بھی بھائی ہیں، عبدالخالق صاحب بھی ہیں۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: بالکل ٹائم دوں گا۔ زاہد خان! میں نے کب وقت نہیں دیا؟ دومنٹ کا کام ہے، کرلیتے ہیں۔ تھوڑا صبر کرلیں۔ دومنٹ کی بات ہے۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: ملک کی sovereignty پر آجاتے ہیں۔ یہ دومنٹ کا Legislative Business ہے۔ جی آئٹم نمبر ۳ مولا بخش چانڈیو صاحب۔

Senator Moula Baksh Chandio (Minister for Law, Justice and Parliamentary Affairs): I beg to move that the Bill to amend the Islamabad Consumers Protection Act, 1995 [The Islamabad Consumers Protection (amendment) Bill, 2011], as passed by National Assembly, be taken into consideration.

Mr. Acting Chairman: Is it opposed?

سینیٹر وسیم سجاد: یہ بتائیں تو سہی کہ بل کیا ہے؟

جناب قائم مقام چیئرمین: بل کے بارے میں بتا دیں۔ اس کے تھوڑے خد وخال بتا دیں۔ مولا بخش صاحب تھوڑا بتا دیں کہ یہ Islamabad Consumers Protection Bill کیا ہے۔

جناب مولا بخش سینیٹر مولا بخش چانڈیو: یہ اسمبلی سے پاس ہو کر آیا ہے۔ یہ اسلام آباد کے صارفین کے حقوق کے لیے ہے۔اشیاء کی قیمتیں کنٹرول کرنے کے لیے الگ مجسٹریٹ کا تقرر کیا جا رہا ہے کیونکہ جن عدالتوں میں کیس جا رہے ہیں، وہاں بہت سے کام ہیں اور یہ معاملہ حل نہیں ہو رہا۔ اس لیے الگ مجسٹریٹ مقرر کرکے تیزی سے ان مسائل سے نمٹا جائے گا۔من مانی قیمتوں کو کنٹرول کرنے کے لیے یہ بل ہے۔ اس میں کوئی اتنی بات نہیں ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ اسلام آباد میں hoarding اور black marketing کو کنٹرول کرنے کے لیے ہے۔ یہ تو اسلام آباد کے حوالے سے ہے۔ بزنجو صاحب! وہ صوبائی حکومتیں کریں گی۔ ابھی تو provincial autonomy ہے۔ یہ اسلام آباد کے لیے مخصوص ہے۔ جی مولانا صاحب۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: اسلام آباد میں کوئی الگ مخلوق ہے۔ ان کے لیے الگ قانون ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ capital territory ہے۔ اٹھارھویں ترمیم کے بعد وہ یہاں نہیں ہوسکتا۔ وہ چیزیں چلی گئی ہیں۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: پاکستان کے باقی عوام کے لیے کوئی الگ قوانین و ضوابط ہوں گے۔ یہ کس طرح کر رہے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: اسلام آباد کی اپنی اسمبلی نہیں ہے۔ نیو دہلی کی طرح حکومت ہوتی تو وہ خود پاس کرتے۔ ہم تو اسی لیے سر پیٹ کر بیٹھ گئے کہ اسلام آباد کے لیے اپنی اسمبلی بنائیں۔ لیفٹیننٹ گورنر بناؤ۔ بخاری صاحب کو ان چیزوں کے لیے بہت دفعہ کہا ہے۔ جی پروفیسر ابراہیم صاحب۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: جناب چیئرمین! میں بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: اصولوں پر۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: جی ہاں۔ بیان اغراض وجوہ میں یہ بتایا گیا کہ تحفظ صارفین اسلام آباد ایکٹ ۱۹۹۵ء پر مؤثر عملدرآمد کے لیے سرسری سماعت مقدمہ متعارف کرائے جانے کی تجویز ہے۔ جناب چیئرمین! یہ صرف صارفین اسلام آباد ایکٹ ۱۹۹۵ء ہی غیر مؤثر نہیں ہے، اس وقت ملک کے تمام قوانین غیر مؤثر ہیں۔ کسی بھی قانون پر مؤثر طریقے سے عملدرآمد نہیں ہو رہا۔ اس لیے ملک میں جان، مال، عزت، آبرو محفوظ نہیں ہیں۔ اگر یہ قوانین مؤثر ہوتے تو لوگوں کی جانیں محفوظ ہوتیں، لوگوں کے اموال محفوظ ہوتے، عزت و آبرو محفوظ ہوتی۔ اس طرح کی صورت حال نہ ہوتی۔ اس لیے اگر یہاں پر سرسری سماعت کے ذریعے قانون کو مؤثر کیا جا رہا ہے تو میری آپ کی وساطت سے حکومت سے درخواست ہو گی کہ وہ تمام قوانین میں سرسری سماعت کی کارروائی ڈال دیں تاکہ

سارے قوانین مؤثر ہو جائیں۔ جناب چیئرمین! اصل مسئلہ یہ نہیں ہے کہ چونکہ سرسری سماعت نہیں ہے، اس لیے مؤثر نہیں ہے، اصل مسئلہ کرپشن کا ہے۔ ابھی جناب الیاس بلور صاحب کے call attention notice پر جو بات ہو رہی تھی، انہوں نے این ایل سی کے بارے میں بتایا۔ ایف بی آر کے بارے میں وزیر موصوف نے بتایا۔ این ایل سی ہمارا سرکاری ادارہ ہے۔ ایف بی آر، ایف بی آر کے کارندے اس کارروائی میں ملوث تھے کہ ایساف اور نیٹو کے کنٹینرز غائب ہو رہے ہیں۔ اس لیے وہ معاملہ settle نہیں ہو رہا۔ یہاں ہم مجسٹریٹ کو اختیارات دینے جا رہے ہیں کہ وہ کسی دوکان میں داخل ہو کر وہیں موقع پر کسی کو سزا دے سکتا ہے۔ اگر یہ مجسٹریٹ کرپشن میں ملوث ہوا تو اس کا نتیجہ کیا ہو گا؟ اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ اس وقت پورے نظام کے بارے میں سوچا جائے۔ حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ عوام کی جان، مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کی یقین دہانی کرائے۔ اس لیے یہ بات کہ سرسری سماعت کی عدالت قائم کر کے کہ اس کے ذریعے قانون مؤثر ہو جائے گا، مجھے نہیں یقین کہ اس طرح ہو گا۔ صرف ایک ہی قانون نہیں، سارے قوانین مؤثر ہونے چاہئیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ حکومت وقت اپنی صفوں میں دیکھے، کرپشن ختم کرے۔ ایماندار، دیانتدار انتظامیہ وجود میں آئے گی تو یہ سارے مسائل حل ہوں گے ورنہ کوئی مسئلہ حل نہیں ہو سکے گا۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ جی بزنجو صاحب

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: آپ نے کہا کہ یہ اسلام آباد کے لیے اس لیے ہے کہ اس کی کوئی اسمبلی نہیں ہے۔ اس طرح فاٹا بھی اسی jurisdiction میں آتا ہے۔ کیا یہ قوانین فاٹا میں بھی لاگو ہوں گے یا صرف اسلام آباد کے لیے ہیں؟

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ صرف اسلام آباد کے لیے۔ فاٹا کے لیے علیحدہ ہیں۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: وہ بھی federally administrative area ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی بالکل آپ کا پوائنٹ valid ہے۔

(جاری)

Mr. Acting Chairman: It has been moved that the Bill to amend the Islamabad Consumers Protection Act, 1995 [The Islamabad Consumers Protection (Amendment) Bill, 2011] as passed by the National Assembly, be taken into consideration.

(The motion was adopted)

Mr. Acting Chairman: The question is that Clause (2) do form part of the bill?

(Clause was carried)

Mr. Acting Chairman: We may now take up Clause (1), the preamble and the title of the Bill. The question is that Clause (1), the preamble and the title of the Bill do stand part of the Bill?

(Clauses were carried)

Mr. Acting Chairman: Maula Baksh Chandio *Sahib*, please move Item No. 4.

Senator Maula Baksh Chandio: I beg to move that the Bill to amend the Islamabad Consumers Protection Act, 1995 [The Islamabad Consumers Protection (Amendment) Bill, 2011] be passed.

Mr. Acting Chairman: It has been moved that the Bill to amend the Islamabad Consumers Protection Act, 1995 [The Islamabad Consumers Protection (Amendment) Bill, 2011] be passed.

(The motion was carried)

جناب قائم مقام چیئرمین: Situation یہ ہے کہ آج شام سے National Assembly کا session بھی شروع ہو رہا ہے۔ سینیٹ نے اسی طریقے سے adjustment کرنی ہے۔ اس لیے ہمیں Saturday کو بھی اجلاس کرنا پڑے گا۔ Sunday اور Monday کی چھٹی کر کے Tuesday کی صبح کو اجلاس کریں گے کیونکہ ہمارے اور ان کے، سارے clash programmes ہو رہے ہیں۔ میں آپ کو مطلع کر رہا ہوں۔ مولانا حیدری صاحب۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ کل یہاں جناب وزیراعظم صاحب کی موجودگی میں senators نے جو باتیں کیں، بالخصوص بلوچستان کے حوالے سے اپنے تحفظات کا اظہار کیا اور وہاں پر جاری مظالم کا تذکرہ کیا۔ مسخ شدہ لاشوں، اغوا برائے تاوان، ڈاکے، چوری اور بدامنی کی باتیں کیں اور پھر بلوچستان پیکیج کے حوالے سے جو ملازمین بھرتی کیے گئے تھے، ان کی تنخواہوں کی بندش کے سلسلے میں بات ہوئی کہ ان کی تنخواہیں جاری کی جائیں۔ میں نے ہی نہیں بلکہ راجہ ظفر الحق صاحب، ڈاکٹر عبدالمالک صاحب، ڈاکٹر اسمٰعیل بلیدی صاحب اور بہت سے دوسرے ساتھیوں نے ہی نہیں بلکہ حکومتی بنچوں پر بیٹھے لوگوں نے بھی حق ادا کیا۔ ایم کیو ایم والوں نے بھی بات کی لیکن میں حیران ہوں اور مجھے بہت افسوس ہوا کہ میڈیا والے یہاں موجود تھے، وہ رپورٹ بھی کرتے ہیں۔ ان کا قصور نہ ہو لیکن اخبارات کے مالکان کو شاید خصوصی طور پر پیغام دیا گیا ہوگا کہ بلوچستان کے حوالے سے سینیٹ میں جو بات ہوئی ہے اور جس اہمیت کے ساتھ اس کا ذکر کیا گیا ہے اس کو بالکل حذف کیا جائے اور آج کے اخبارات میں اس سلسلے میں ایک لفظ بھی نہیں چھپنا چاہیے۔ چنانچہ آپ آج کے اخبارات دیکھیں کہ بلوچستان کے حوالے سے کوئی بات شائع نہیں ہوئی۔ سینیٹ میں وزیراعظم صاحب کی موجودگی میں جو بھی بولتا وہ بلوچستان پر بات ختم کرتا تھا۔ ان مظالم کا ذکر کرتا تھا کہ سینکڑوں لوگ قتل ہو چکے ہیں، ان کی مسخ شدہ لاشیں ملی ہیں۔ اب بھی ہزاروں کی تعداد میں لوگ پس دیوار زنداں ہیں، پتا نہیں کہاں ہیں، زندہ ہیں یا مردہ۔ اسی طرح سے اغوا برائے تاوان کے سلسلے میں کہا گیا کہ وہاں کے ministers باقاعدہ اغوا برائے تاوان کے cases میں ملوث ہیں اور ان کی نگرانی میں سب کچھ ہو رہا ہے لیکن اس حوالے سے اخبارات میں ایک جملہ بھی شائع نہیں ہوا۔

میں اپنے صحافی بھائیوں سے عرض کرنا چاہوں گا کہ قلم اور اخبارات آپ کے ہاتھ میں ہیں، ان مظالم اور زیادتیوں کو اگر آپ اجاگر نہیں کریں گے تو اس قوم اور وہاں کے مظلوم و محکوم لوگوں کو کیسے پتا چلے گا کہ اس ایوان میں ہمارے بارے میں بھی بات ہوتی ہے۔ اس پر مجھے بہت افسوس ہوا۔ میں PTV دیکھتا رہا کہ شاید PTV یہاں کی coverage کرتا ہے، وہ خبر اور کارروائی پورے ملک میں چلتی ہے انہوں نے صرف وزیراعظم صاحب کی تقریر اور ان کی meetings کو نشر کیا لیکن اپوزیشن میں سے کسی فرد کا ایک بھی جملہ نشر نہیں کیا۔

جناب چیئرمین! اس طرح یہ ایوان کیسے چلے گا؟ اس طرح وہ مسائل جن کا ہم یہاں پر تذکرہ کرتے ہیں، ان خبروں کو Press, Electronic media and Print media میں روکا جائے تو پھر یہ سلسلہ کیسے چلے گا؟ اسی طرح سے ہم نے سبسڈی کی بات بھی کی تھی کہ ٹیوب ویلوں پر جو سبسڈی ختم کی گئی ہے، اس کو بحال کیا جائے کیونکہ اس سے کم از کم بلوچستان کی زراعت ختم ہو جائے گی۔ باقی

صوبوں میں بھی ٹیوب ویل چلتے ہیں، جہاں چھوٹے چھوٹے زمیندار ہیں، یہ سب ختم ہو جائے گا۔ اس حوالے سے وزیر اعظم صاحب نے اگر اعلان نہیں کیا لیکن ہم نے تو بات کی۔ ہماری باتیں تو آنی چاہیے تھیں لیکن کچھ بھی نہیں ہوا۔

اسی طرح سے memo scandal پورے ملک میں جو ایک بھونچال آیا ہوا ہے، میں نے کل بھی گزارش کی تھی کہ جو بھی حقائق ہیں، وہ اپنی جگہ پر لیکن حکومت کو اس کو صحیح طور پر handle کرنا چاہیے۔ اسی طرح پر سلالہ چیک پوسٹ پر جو حملہ ہوا اور اس کے نتیجے میں جو فیصلے ہوئے، ہم نے ان کی تائید بھی کی۔ یہاں تک کہا کہ اپوزیشن آپ کی غیر مشروط حمایت کرے گی بشرطیکہ حکومت نے جو فیصلے کیے ہیں، وہ ان پر ثابت قدم رہے۔ ہمیں اب بھی یقین نہیں ہے کہ جو فیصلے ہوئے ہیں یہ عبوری یا عارضی نہیں بلکہ مستقل ہیں لیکن جو بات بھی سامنے آئی ہے، ہم نے وقتی طور پر اس کی حمایت کی ہے لیکن اس حوالے سے print media میں ایک جملہ بھی شائع نہیں ہوا اور شاید electronic media میں بھی نشر نہیں ہوا۔ جناب چیئرمین! اپوزیشن کی تمام جماعتیں اس طرح نظر انداز کرنے پر، چاہے media, PTV نے کیا یا ان کو یہاں سے ہدایات ملی ہیں، ہم بلوچستان سے اس ظلم اور زیادتی پر احتجاج کرتے ہیں اور علامتی واک آؤٹ کرتے ہیں۔

(اس موقع پر حزب اختلاف کے تمام اراکین واک آؤٹ کر گئے)

T10−15DEC2011−−−ASHFAQ/ED.ZAFAR−−−UR5−−−12.40PM

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین صاحب! آپ کی بہت مہربانی کہ پانچ، سات دن سے ہاتھ اٹھانے کے بعد مجھے اب وقت ملا ہے۔ میں آپ کے توسط سے بڑے دردناک واقعہ کی طرف اس House کو متوجہ کرانا چاہتا ہوں۔ اس ماہ 12 دسمبر کو کراچی میں ایک المناک واقعہ یا حادثہ پیش آیا کہ دینی مدرسہ کے نام سے ایک مرکز میں پچاس طالب علموں کو زنجیروں میں بندھا ہوا پایا گیا۔ اس کی جب تحقیقات ہوئیں تو عجیب عجیب قسم کی باتیں منظر عام پر آئیں کہ یہ لوگ پشاور کے نواحی علاقوں سے اغوا کر کے یا پکڑ کر لائے گئے تھے یا جیسے بھی لائے گئے تھے۔ ان بچوں کو مدرسہ کی اوپر کی سطح پر اور کچھ کو مدرسہ کے تہہ خانے میں زنجیروں میں جکڑ کر رکھا گیا تھا۔ ان بچوں نے بیان دیا کہ ہمیں افغانستان بھی بھیجا جاتا ہے، ہمیں اور کہیں بھی بھیجا جاتا ہے۔ اس قسم کا واقعہ پاکستان کی 64 سال کی تاریخ میں پہلا بھیانک ترین واقعہ ہے جس نے کم از کم 18 کروڑ عوام کے دل کو دہلا کر رکھ دیا ہے اور جو علماء دینی مدارس سے تعلق رکھتے ہیں، ان سب کو بہت پریشان کیا ہے۔ کیا اس ملک میں چلنے والے دینی یا تعلیمی ادارے تین، چار قسموں میں تقسیم ہوئے ہوئے ہیں،

کچھ English ہیں، کچھ میں باہر کے مناہج پڑھائے جاتے ہیں، پاکستان کی Government کے کچھ سکول ہیں، کچھ private schools ہیں، کچھ دینی سکول ہیں، کچھ دنیاوی سکول ہیں۔ مدرسہ عربی میں سکول کو کہتے ہیں، عرب ممالک میں جتنے مدارس ہیں، وہ schools ہیں، ان کو مدرسہ کہتے ہیں۔ ہمارے ہاں تقسیم یہ ہے کہ جو Government کا سکول ہو جہاں پر دنیاوی علوم پڑھائے جاتے ہوں، اس کو سکول کہتے ہیں اور جہاں پر دینی علوم پڑھائے جاتے ہیں، اس کو مدرسہ کہتے ہیں۔ تمام اداروں کا ایک تقدس ہے جو کہ اس مہینے میں اور اس تاریخ کو اس واقعہ سے اتنا پامال ہوا ہے۔ 64 سال کی حکومتوں کی ذمہ داری ہے اوراس سے ان کے نقائص ظاہر ہوئے ہیں۔ وہ اپنے ایک دینی institute جس کی مسلمانوں کو ضرورت ہے، اس کے لیے کوئی ,mechanism انتظام، انصرام، طریقہ کار اور کوئی ایسا قانون 64 سال میں نہیں بنا سکیں کہ یہ اسلام اور اسلام کے ماننے والوں لیے بدنامی کا باعث نہ بنیں۔ یہ کتنے بڑے دکھ کی بات ہے کہ بچوں کو لایا جائے اور زنجیروں میں باندھ کر تہہ خانوں میں رکھا جائے اور ان کی وجہ سے تمام مدارس بدنام ہوں، اس قسم کے مدارس کیسے وجود میں آئے۔ اس کا کون ذمہ دار ہے؟ Police ذمہ دار ہے، وزارت داخلہ ذمہ دار ہے، ایجنسیاں ذمہ دار ہیں یا جو مدارس کے وفاق ہیں، تنظیم المدارس ہے یا مدارس وفاق العربیہ ہے یا وفاق المدارس ہے جتنے وفاق بنے ہوئے ہیں، کیا یہ مدرسہ ان وفاقوں سے باہر تھا یا ان وفاقوں کے ماتحت تھا، اگر وفاقوں کے ماتحت تھا تو وفاق والے بھی ذمہ دار ہیں، ایجنسیاں بھی ذمہ دار ہیں، وزارت داخلہ بھی ذمہ دار ہے۔ اگر یہ ان سے باہر تھا، ان وفاقوں میں نہیں تھا تو پھر یہ حکومت کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اتنے سال وہ مدرسہ چلتا رہا اور حکومت کو پتا نہ چلا جس سے دنیا کے تمام مسلمانوں کی بدنامی ہوئی ہے۔

جناب چیئرمین صاحب! یہ مناہج جو مدرسوں میں پڑھائے جاتے ہیں اور ان مدرسوں میں جو طلبا پڑھتے ہیں، ان مدرسوں کی ,location ان مدرسوں کا وقوعہ، ان مدرسوں کا وجود محلوں میں یا محلوں سے باہر ہے، اگر ان کی پوری معلومات حکومت کو نہیں ہو گی اور یہ حکومت کے قوانین کے مطابق نہیں ہوں گے تو یہ فساد ہمیشہ چلتا رہے گا، اس کا سدباب کرنا ضروری ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساڑھے تین ہزار مدرسے کھولے تھے اور ہر مدرسے کی یہ شرط تھی کہ ہر محلے میں ایک مسجد میں ایک مدرسہ ہو اور اس میں محلے کے بچے پڑھا کریں، اپنی دینی تعلیم حاصل کریں۔ ہم نے بھی شروع میں ایسے ہی پڑھا، سکول جانے سے پہلے مدرسے چلے جاتے تھے، پھر سکول سے آنے کے بعد شام کے بعد مدرسے چلے جاتے تھے۔ ایک تو میں نے پچھلے صدر صاحب، پرویز مشرف صاحب کو جب ہماری ایوان صدر میں میٹنگ ہوئی، یہ کہا تھا کہ اگر ہوسکے تو ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں منتقل ہونے والے طلباء کو منع کیا جائے اور یہ قانون بنایا جائے

کہ ہر علاقے کا جو student ہے وہ اپنے ہی علاقے میں یا اپنے ہی محلے میں دینی تعلیم حاصل کرے۔ آج حکومت نے بڑی بڑی جگہیں بنائی ہیں کہ یہاں پر یونیورسٹی ہوگی۔۔۔

(اس موقع پر ایوان میں اذان ظہر کی آواز سنائی دی)

جناب قائم مقام چیئرمین: جی پیرزادہ صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: مجھے پچاس سال کا مدرسوں اور یونیورسٹی کا تجربہ ہے بطور طالب علم، بطور مدرس، بطور استاد، بطور مصنف، بطور لیکچرار، میں حکومت کو یہ واضح طور پر کہنا چاہتا ہوں کہ انسان بھوکا رہ سکتا ہے، بغیر بجلی کے رہ سکتا ہے، بغیر گیس کے رہ سکتا ہے، بغیر چینی کے زندگی گزار سکتا ہے لیکن بغیر فکر کی تصحیح کے، فکر کو صحیح اور دماغ کو صحیح کئے بغیر کوئی قوم زندہ اور امن سے نہیں رہ سکتی لہذا حکومت سب سے پہلے اس امر پر توجہ دے۔ ایک تو حکومت نے کام شروع کیا کہ مدارس اور یونیورسٹیوں، سکولوں کا کالجوں کو علیحدہ ایریا مختص کردیا اور اس میں جگہ دے دی گئی لیکن اس کے ساتھ یہ problem ہوئی کہ جو جو صدر اور وزیراعظم کے نزدیک لوگ تھے، سب حکومتوں میں انہوں نے وہاں پر بارہ بارہ، بیس بیس ایکڑز مینیں لے لیں، کچھ نے کچھ بنا لیا، کچھ نے ویسے ہی رکھا ہوا ہے ان کو واپس لیا جائے۔ صرف ان اداروں کو دی جائے جو تین سال کے اندر اندر ان شرطوں کے اوپر ادراہ بنائے اور لوگوں کی آبادی والے علاقوں سے یہ بڑے بڑے ادارے نکالے جائیں جہاں پچاس پچاس علاقوں کے لوگ رہتے ہیں اور وہاں کے علاقے کے لوگوں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔

نمبر ۲۔ جتنے وفاق ہیں، تمام بڑے مدرسوں کو مجبور کیا جائے کہ وہ وفاق کے ساتھ الحاق کریں اور پھر وہ وفاق ان مدرسوں کے ذمہ دار ہوں۔ اگر ان مدرسوں میں کوئی گڑبڑ ہوگی، ان مدرسوں میں کوئی غلط قسم کے طالبعلم رکھے جائیں گے تو وہ وفاق حکومت کو جواب دہ اور قوم کو ہوگا۔ تیسری بات یہ ہے کہ محلے کی مساجد میں جو چھوٹے مدرسے قرآن اور ابتدائی دینی تعلیمات کے لیے کھولے جاتے ہیں ان میں دوسرے محلے کے لوگوں کو آنے کی اجازت نہ دی جائے۔ اگر چھوٹے چھوٹے دو تین محلے ہیں تو ان ہی محلوں کے لوگ وہاں پڑھیں اور باہر کے ملکوں سے یا باہر کے علاقوں سے وہاں طلباء نہ لائے جائیں اور دوسرے جو بڑے ادارے ہیں وہ registered ہوں۔ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اس کے اندر ایک مدرسہ کھلا ہوا ہے، گاؤں کے بچے علمی تعلیم حاصل کرتے ہیں تو وہاں دوسرے علاقوں کے ستر لوگ آکر پڑھتے ہیں بعد

میں پتا چلتا ہے فلاں گاؤں سے کلاشنکوف پکڑی گئی ، فلاں گاؤں میں یہ ہوا - ایک تو پورے مدرسے کا مہتمم ذمہ دار ہو- دوسری بات یہ ہے کہ جس وفاق کے مدرسے میں اس قسم کی گڑ بڑ ہو، اس وفاق کا صدر اور سیکرٹری ذمہ دار ہو---آگے------T11

T11-15DEC2011 FURQAN[ED.MOHSIN] 12.50PM ER8

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ (جاری)-

چوتھی بات یہ ہے کہ جس وفاق کے مدرسے میں اس قسم کی گڑ بڑ ہو اس وفاق کا صدر اور سیکریٹری ذمہ دار ہوگا- پانچویں بڑی اہم بات یہ ہے کہ جس علاقے میں اس قسم کے مدرسے پائے جائیں، وہاں کے SHO, Police Station کو ذمہ دار قرار دیا جائے اور جتنی سزا مجرم کو ہو اتنی ہی سزا وہاں کے SHO, DPO کو ہو یا جو بھی کمشنر یا ڈپٹی کمشنر ہو اس سے پوچھا جائے تاکہ مدرسوں کے اس مقدس نام اور پاکیزہ کام کو بدنام ہونے سے بچایا جائے- یہ حکومت کی ذمہ داری ہے- سب سے پہلے پارلیمنٹ میں سینیٹ کی یہ ذمہ داری ہے کہ مدارس کے اس نظام کو صحیح کیا جائے- بازار میں جو شوبز کے مولوی ہیں اور ٹی-وی پر آکر بڑے مشہور ہو جاتے ہیں، علم کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، ان کے علاوہ گورنمنٹ اصل علماء، اصل مفکرین اور اصل پڑھے لکھے degree holders تجربہ کار لوگوں کی کمیٹی بنائے تاکہ کسی کو مقدس ترین مدارس کے حق کو پامال کرنے کی جرات نہ ہو- پہلے بڑے علماء کہہ چکے ہیں کہ اگر کسی مدرسے میں کوئی گڑبڑ ہو رہی ہے تو ہمیں بتائیں - وہ تو بتائیں گے لیکن ان کو خود کیوں نہیں پتا ہوتا کہ کس مدرسے میں گڑبڑ ہے اور کس مدرسے میں غلط طالب علم ہیں-

لہذا یہ مدارس اس قوم کا ایک اثاثہ ہیں، یہ ایک علامت ہیں، ان کو بدنام ہونے سے بچانے کے لیے قانون سازی کی جائے، گورنمنٹ اور اپوزیشن کے تمام حلقے اس میں ساتھ دیں- جیسے کہ پہلے meetings ہوئی ہیں اور بڑے بڑے مسائل حل کیے گئے ہیں- اس مسئلے کو بھی priority اور اہمیت سے حل کیا جائے- میں آپ کا بہت مشکور ہوں گا-

جناب قائم مقام چیئرمین: جی عبدالغفور حیدری صاحب-

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: جناب چیئرمین! میں ایک بات کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں- محترم پیرزادہ صاحب نے مدارس کے حوالے سے جس جوش اور ولولے سے گفتگو فرمائی ہے، وہ خود بھی انہی مدارس سے فیضیافتہ ہیں- مجھے بہت دکھ ہوا، وہ اس

حوالے سے تھوڑی سی معلومات بھی کرتے تو بہت اچھا ہوتا۔ آج کراچی سے ہی وفاق المدارس العربیہ کے صدر مولانا سلیم اللہ خان صاحب کا بیان آیا ہے کہ یہ جو کیمپ قائم کیا گیا ہے جو لوگ منشیات میں ملوث ہوتے تھے ان کے ورثہ یہاں لے کر آتے تھے کہ ان کو یہاں رکھیں، کچھ تعلیم دیں تا کہ ان کا نشہ چھوٹ جائے، یہ کوئی مدرسہ نہیں تھا۔ کل پرسوں میں خود ایک معلم کو دیکھ رہا تھا وہ بیچارا خود نشئی لگ رہا تھا۔ ان چیزوں کو اس انداز سے highlight کرنا اور دینی مدارس کے تقدس کو پامال کرنا، میں سمجھتا ہوں کہ یہ مناسب نہیں ہے اس لیے میں نے یہ وضاحت کرنا مناسب سمجھی۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: جناب چیئرمین! مجھے مولانا صاحب کی وضاحت سے بڑی خوشی ہوئی۔ میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مولانا سلیم خان صاحب ہمارے بہت بڑے عالم ہیں اور وہ وفاق المدارس العربیہ کے صدر ہیں، ان کو یہ چاہیے کہ وہ میڈیا میں، ٹیلیویژن پر آ کر بات کریں تا کہ ہماری پریشانی دور ہو۔ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ جو تمام وفاق کے صدور ہیں انہوں نے کہا تھا کہ اگر کوئی غلط بات ہو رہی ہے تو ہمیں بتایا جائے تا کہ ہم اس کا مداوا کریں۔ یہ تو میں نے اپنی تقریر میں پہلے ہی کہا ہے، آپ کو دکھ نہیں ہونا چاہیے۔ وہ ٹیلیویژن پر آ کر کہیں تا کہ یہ مسئلہ ختم ہو جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میڈم سیمیں صدیقی۔

سینیٹر سیمیں یوسف صدیقی: جناب چیئرمین! میں یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ میں نے بھی ٹی۔وی پر دیکھا ہے۔ مولانا عبدالغفور حیدری صاحب Leader of the Opposition ہیں وہ ہمارے لیے قابل احترام ہیں۔ اس میں سب ہیروئنچی نہیں تھے، اس میں 8سال سے لے کر 14سال تک کے بچے بھی تھے جو کہ بالکل ہیروئنچی نہیں تھے، انہیں بیڑیاں باندھ کر رکھا گیا تھا اور ان کے پیر زنجیریں باندھنے کی وجہ سے زخمی تھے، ان کو کھانا نہیں دیا جاتا تھا، ان سے کام لیا جاتا تھا۔ انہوں نے صرف ہیروئنچیوں کو بند نہیں کیا ہوا تھا۔ ان میں بڑے لڑکے بھی تھے، وہ سب ہیروئنچی نظر نہیں آ رہے تھے۔ اگر ہیروئنچیوں کی شکل دیکھنی ہے تو کراچی کے فٹ پاتھوں پر جا کر دیکھیں۔ اس میں معصوم بچے بھی شامل تھے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ جی حاصل بزنجو صاحب۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: جناب چیئرمین شکریہ۔ ہم نے walkout کیا اور ہم اس ہاؤس سے اور آپ سے یہ request کریں گے کہ اس بات کی تحقیقات کی جائے کہ بلوچستان کی نیوز کو کیوں kill کیا جاتا ہے۔ ہم سب political workers ہیں، ہم تو اخبار میں خبر دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ اس کی نوعیت کیا ہے، یہ جو فوٹو چھپتی ہے وہ کس angle میں چھپتی ہے۔ اگر کوئی کتا کنویں میں گر جاتا ہے تو اس کی breaking news آجاتی ہے، کوئی جانور حرکت کرتا ہے تو اس کی breaking news آجاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ بلوچستان میں تین سو کے قریب لاشیں گریں، نوجوانوں کی لاشیں گریں، وہ نوجوان جو colleges and universities کے students ہیں ان کی لاشیں پھینکیں جاتی ہیں۔ کل ڈاکٹر مالک صاحب اور مولانا حیدری صاحب نے بھی کہا کہ چار دن پہلے چار لاشیں گرائی گئیں۔ میرے اپنے ڈسٹرکٹ میں بلکہ میرے اپنے گاؤں خضدار نال کے پاس فیروزآباد کے علاقے میں تین لاشیں گرائی گئیں اور ایک لاش پسنی میں گرائی گئی۔ اس کے بعد official statement آتی ہے کہ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو مار رہے ہیں اور باہر سے جو لوگ آتے ہیں وہ ان کو مارتے ہیں اور ان کی لاشیں روڈ پر پھینک دی جاتی ہیں۔

ہم Chair سے درخواست کریں گے کہ بے حسی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے، یہ تمام خبریں آپ کا اخبار اور میڈیا نہیں چھاپتا اور ہم جو یہاں بولتے ہیں اگر ہمارا یہ message ان لوگوں تک نہیں پہنچتا جو aggrieved ہیں تو سوال یہ ہے کہ پھر ہمیں یہاں بولنے کی ضرورت کیا ہے۔ یہ تو ایسا ہے کہ ہم لندن کے Hyde Park میں کھڑے ہیں اور بول رہے ہیں، وہاں پر آپ کچھ بھی بولیں اس کی کوئی خبر نہیں چھپتی، کسی کو کچھ پتا نہیں چلتا، اگر یہ سینیٹ Hyde Park ہے تو it's o.k پھر جو جی چاہے کرو۔ یہ Private channels کی ذمہ داری نہیں بنتی تو PTV تو private channel نہیں ہے، وہ تو آپ کے کنٹرول میں ہے۔ وزیر صاحب یہاں روزانہ آکر تقریر کرتے ہیں ان کا ہر لفظ چھپتا ہے لیکن پوری اپوزیشن شور مچاتی ہے اور اس کی ایک خبر بھی نہیں چھپتی۔

ہم نے پہلے بھی یہی کہا تھا کہ Balochistan is not being governed by the civilians, اگر وہ civilians کی گورنمنٹ ہوتی تو وہاں یقیناً یہ تمام خبریں چھپتیں۔ بلوچستان کی نیوز کو officially and unofficially دونوں طرح سے kill کیا جاتا ہے۔ یہ ایک بہت بڑی conspiracy ہے، آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جن لوگوں کے گھروں سے ان کے بچے تین تین چار چار سال سے غائب ہیں وہاں کیا صورتحال ہے۔ میرا بچہ مر جائے تو مجھے پتا چلے گا، مر گیا ہے تو میں اسے دفنا دوں گا اور اگر کسی کا بچہ گم ہو جائے تو آپ سمجھتے ہیں کہ اس گھر کی کیا حالت ہو گی۔

جناب چیئرمین! آپ سے درخواست ہے کہ آپ اس پر ruling دیں، وزراء اور حکومتی ذمہ دار لوگوں کو instructions دیں کہ اگر اس طرح ہو گا تو آپ کا سینیٹ لندن کا Hyde Park ہو گا اور وہ کوئی ادارہ نہیں ہو گا۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی بلیدی صاحب۔

(آگے T12)

T12-15DEC2011................FANI\ED.............1.00PM..................UR12

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جیسا کہ حاصل بزنجو صاحب نے کہا یقیناً ہمیں بہت افسوس ہے کہ کل وزیراعظم صاحب کی موجودگی میں بڑی پرجوش تقریریں کی گئیں اور جب ہم نے پی ٹی وی کو دیکھا بغیر وزیراعظم کے کسی کی تصویر بھی نہیں دکھائی گئی اور نہ کسی کا نام لیا گیا۔ بلوچستان کے جو مسائل ہیں ، مسخ شدہ لاشوں کا مسئلہ ہے، وہ تو آپ کو پتا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر آپ مارتے ہیں تو کم از کم لاش تو گھر پہنچا دیں لیکن یہ بھی نہیں ہے کہ جنگلوں میں پھینکنا بلکہ لاش کو مسخ کر دیا جاتا ہے تا کہ پہچان بھی نہ ہو سکے۔ جناب والا، سینیٹ کو وہ کوریج نہیں ملتی جو قومی اسمبلی کو دی جاتی ہے۔ آپ اس کی تحقیقات کریں کہ وجہ کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی باقاعدہ انکوائری ہونی چاہیے۔ ایک اور بات میں کرنا چاہتا ہوں کیونکہ آپ نے ابھی مجھے اجازت دی ہے تو میں عرض کروں کہ کل میمو کے حوالے سے جو ایک اہم انکشاف ہوا ہے اعجاز منصور نے کہا ہے کہ ڈی جی آئی ایس آئی نے عرب ممالک کا دورہ کیا اور ان سے کہا کہ اس حکومت کو ختم کیا جائے۔ یہ بہت اہم مسئلہ ہے اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ یہ اعجاز منصور کیا چیز ہے کہ روزانہ ایک نیا مسئلہ کھڑا کر دیتا ہے اس کی حیثیت کیا ہے اگر اس طرح کے واقعات کا نوٹس نہ لیا گیا تو مسئلہ اور بھی سنگین ہو گا۔ بریکنگ نیوز میں یہ چیز بتائی گئی کہ پاشا نے عرب ممالک کا دورہ کیا اور ان سے کہا کہ ہم زرداری حکومت کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑا اہم مسئلہ اور کوئی نہیں کیونکہ یہ ملکی سلامتی کا مسئلہ ہے تو اس کو آپ باقاعدہ اہمیت دیں اور حکومت اس مسئلے پر وضاحت کرے کہ یہ مسئلہ کیا ہے؟ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ جی لاٹ صاحب۔ پھر ثریا امیر الدین صاحبہ اور پھر مشہدی صاحب۔ جی۔

سینیٹر گل محمد لاٹ: جناب والا، میں بھی اسی چیز کو endorse کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری حکومت بلوچستان کے مسئلے کو اتنی اہمیت دیتی ہے اور پارلیمانی رسم و رواج میں تو اپوزیشن کو بھی اتنی اہمیت ملنی چاہیے جتنی حکومت کو ہے۔ پرائیویٹ چینلز تو ہمارے بس

میں نہ ہوں لیکن انہیں بھی قائد حزب اختلاف یا دوسرے پارٹی لیڈروں کے بیانات کو کوریج دینی چاہیے لیکن میں یہ request کروں گا کہ at least PTV کو یہ کہا جائے کہ سینیٹ میں قائد حزب اختلاف یا اپوزیشن کے اور ممبران ہیں وہ اگر اپنے صوبوں کے مسائل پر بات کرتے ہیں at least Prime Minister or Ministers کے ساتھ ان کی باتوں کو بھی اہمیت دی جانی چاہیے اور ان کی تقریروں کو بھی دکھایا جائے۔ میں یہی کہنا چاہتا ہوں شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ میڈم ثریا امیر الدین صاحبہ۔ اصل میں طاہر مشہدی صاحب نے آپ کے واک آؤٹ سے پہلے بھی ہاتھ اٹھایا ہوا تھا۔ جی۔

سینیٹر ثریا امیر الدین : شکریہ جناب چیئرمین! میں بھی بلوچستان کے بارے میں بات کرنا چاہتی ہوں۔ کل یہاں اتنی تقریریں ہوئیں اور ہمارے آدھے سے زیادہ سینیٹر صاحبان نے بلوچستان کی بات کی لیکن اس کی کوئی خبر نہیں چھپی نہ کسی اخبار میں اور نہ ہی کسی چینل پر جس سے ہمارا دل خون کے آنسو روتا ہے اور جب ہم بلوچستان جاتے ہیں تو بلوچستان کے لوگ کہتے ہیں کہ آپ سینیٹ میں کیوں بیٹھے ہوئے ہیں آپ واپس آجائیں جب آپ کی آواز سنائی نہیں دیتی اور آپ کی باتوں کا اثر نہیں لیا جاتا۔ آپ یہ دیکھیں کہ نہ صرف بلوچستان کے مسلمانوں کو ٹارگٹ کیا جا رہا ہے وہاں جو ہندو تاجر ہیں ان کو بھی اغوا کیا جاتا ہے اور ان سے تاوان مانگا جاتا ہے کہ ہمیں اتنے لاکھ دے دو تو ہم چھوڑ دیں گے اگر نہیں چھوڑے جاتے تو ان کی لاشیں ملتی ہیں۔ کتنے ہندو وہاں سے migrate کر گئے ہندوستان یا بلوچستان سے کراچی اور اسلام آباد کی طرف اور جو وہاں کے settlers ہیں وہ تو بے حساب ہیں جو جا چکے ہیں اور ان کے جو گھر ہیں جو بڑی محنت اور خون پسینے کی کمائی سے بنائے تھے ان کو فروخت بھی نہیں کرنے دیا جاتا کہتے ہیں کہ آپ اتنے سال یہاں رہ گئے ہیں یہ ہی کافی ہے گھر چھوڑیں اور یہاں سے چلے جائیں۔ اتنے خراب حالات ہیں اور لاپتہ افراد تو بے حساب ہیں۔ ہمارے ہاں خواتین کو بہت عزت دی جاتی ہے لیکن اگر آپ کوئٹہ پریس کلب کے سامنے جا کر دیکھیں گے تو ہماری خواتین جو کبھی گھروں سے باہر نہیں نکلی تھیں وہ اپنے شوہر، بھائی اور بیٹے کے لیے احتجاج میں بیٹھی ہیں اور مہینوں سے بیٹھی ہیں اور وہ کہتی ہیں کہ ہمارے پیارے جو لاپتہ ہو گئے ہیں ان کے بارے میں بتاؤ تو سہی اگر وہ مجرم ہیں، اگر انہوں نے کوئی قصور کیا ہے تو ان کے خلاف مقدمات دائر کرو، انہیں عدالت میں پیش کرو لیکن کوئی اثر ہی نہیں ہو رہا ہے۔ وزیر اعظم صاحب نے صحیح کہا کہ انہوں نے کمیٹی بنا دی ہے۔ ہم اس بات سے بہت خوش ہیں کہ وزیر اعظم صاحب نے کمیٹی بنائی ہے اور بلوچستان والوں کا خیال کر رہے ہیں لیکن فوری خیال کی ضرورت ہے اس طرح مسائل حل نہیں ہوتے جس طرح سے

کہا جا رہا ہے۔ آپ بلوچستان کی سڑکیں دیکھیں ان کا کیا حال ہے۔ میڈیکل کی سہولیات دیکھ لیں کہ نہ دوائیاں ہیں اور نہ ہی کوئی ڈاکٹر ہے، لوگ مر رہے ہیں۔ جیسے میرے بھائی حاصل بزنجو صاحب نے کہا میں ان کی تائید کرتی ہوں کہ وہاں ان کے علاقے میں پرسوں تین لاشیں گری ہیں اور لاشوں کا تو کوئی حساب ہی نہیں ہے لاشوں کی جس طرح بے حرمتی کر کے پھینکا جاتا ہے اور ان پر نعرے لکھے جاتے ہیں یہ اور زیادہ تکلیف دہ بات ہے۔ یہ بہت زیادتی ہے اور ظلم ہے میں اس کے خلاف آواز اٹھاتی ہوں اور میں یہ چاہتی ہوں کہ اس معاملے کو جلد سے جلد حل کیا جائے جو لاپتہ ہیں ان کو فوراً بازیاب کیا جائے۔ اگر انہوں نے کوئی قصور کیا ہے تو ان پر مقدمہ دائر کیا جائے، ان کے لواحقین کو کم از کم یہ تو بتائیں کہ وہ دنیا کے کس حصے میں ہیں۔ پاکستان میں ہیں یا پاکستان سے جا چکے ہیں، مر چکے ہیں یا زندہ ہیں کیونکہ مرنے والے پر صبر کیا جاسکتا ہے لیکن زندہ لوگوں کے لیے صبر نہیں کیا جاسکتا۔ میں شدید احتجاج کرتی ہوں کہ میرے بلوچستان کے معاملات کو جلد سے جلد حل کیا جائے۔ میرا ایک سوال بھی بولان ڈیم کے حوالے سے تھا جو آپ نے مجھے کرنے ہی نہیں دیا۔ کم سے کم اتنا تو کرنے دیتے کہ میں ڈیم کے بارے میں بات کر سکتی کہ ہمارا ڈیم کیوں نہیں بنا اور جتنے بھی ڈیمز ہیں اور منصوبے ہیں وہ کیوں نہیں مکمل ہوتے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: Point of Order پر specific چیز پر بات کر لیا کریں تو پھر آسانی ہو گی تو قائد ایوان پھر جواب دیں گے۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری (قائد ایوان): جناب! یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ Point of Order پر تقریر شروع کر دیں۔ میں نے تو سب کا جواب بھی دینا ہے۔ کل بھی سارا دن بلوچستان ہی کا مسئلہ چلتا رہا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ہاں جی یہ بلوچستان کے سلسلے میں بات کر لیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: سوال یہ ہے The Prime Minister responded آج بات ہے Point of Order پر کوئی بات کرنی ہے تو کریں۔ آدھا آدھا گھنٹہ آپ تقریر کروائیں اور پھر کہہ دیں کہ حکومت جواب دے This is not the way to run the House sir.

جناب قائم مقام چیئرمین: بنیادی بات یہ ہے کہ جو میڈیا میں کوریج نہیں آئی ہے اس پر بات ہو رہی ہے۔

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Sir, the issues were raised, I wanted to respond to that but if you give fifteen to twenty minutes or thirty minutes on every point of order then how can we conclude the proceeding sir.

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ ہے مگر آپ اس میں تھوڑا سا کرلیں۔ جی مولانا عبدالغفور حیدری صاحب۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: بخاری صاحب! آج بڑے ناراض ہورہے ہیں کہ روز یہاں بلوچستان کی بات ہوتی ہے۔ پورا پاکستان آپ کے سامنے ہے جو مظالم بلوچستان کے عوام پر ڈھائے جارہے ہیں اور میں یہ نہیں کہتا کہ اس حکومت کے دور میں مگر اس میں تھوڑا اضافہ ہوا ہے۔ عرصہ دراز سے اور کچھ نہیں ہوتا تو ہمیں چیخنے چلانے کا حق بھی نہیں دیا جاتا؟ ہمیں یہ طعنے دیئے جاتے ہیں کہ روز بلوچستان کی بات ہوتی ہے۔ حاصل خان نے کہا کہ اگر یہ مسخ شدہ لاش میرے گھر میں آتی، میرا کوئی بیٹا ہوتا، میرا کوئی بھائی ہوتا، میرے گھر کا فرد ہوتا تو میری کیا پوزیشن ہوتی؟ ہم اس صوبے میں رہتے ہیں اور ان لوگوں کی حالت دیکھتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی زیادتی ہے کہ اب اس بات پر بھی وہ ناراض ہوتے ہیں کہ روز یہاں بلوچستان کی بات ہوتی ہے۔ گھنٹہ گھنٹہ تقریریں ہوتی ہیں کوئی شنوائی نہیں ہے۔ ہماری تقریروں کا کوئی result اب تک ہمارے سامنے آیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تو زخموں پر نمک چھڑکنے والی بات ہے ۔مہربانی کرکے اس طرح کے remarks آپ نہ دیں۔ کم از کم ہمیں یہاں رونے تو دیں، ہمیں یہاں بات تو کرنے دیں۔ اگر کچھ نہیں بھی ہوتا آپ کے سامنے، چند لوگوں کے سامنے بلوچستان پر جو مظالم ہورہے ہیں، جو زیادتیاں ہورہی ہیں۔ ہم سمجھتے تھے کہ جمہوری حکومت ہے اور ہم کہتے تھے کہ مسئلہ حل ہوگا لیکن مسئلہ اس سے زیادہ خراب ہورہا ہے۔ مسخ شدہ لاشیں گزشتہ دور میں گھروں کو نہیں پہنچتی تھیں اور اب روزانہ پانچ چھ آتی ہیں۔ اس ساری صورت حال کا جائزہ بھی لینا چاہیے اور وزیراعظم یہاں تشریف لائے تھے اگر ان کے سامنے بھی ہم یہ بات نہ رکھیں تو کہاں جائیں اور کس کے سامنے رکھیں۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی بخاری صاحب۔ میڈیا والے مسئلے کو focus رکھیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری : شکریہ جناب چیئرمین! گزارش یہ ہے کہ بلوچستان بھی ہمارے لیے اتنا ہی اہم ہے جتنا اس ملک کا کوئی اور federating unit اس حکومت نے ہمیشہ بلوچستان کے جو مسائل ہیں ان کو address کرنے کی کوشش کی اور priority دی، چاہے وہ آغاز حقوق بلوچستان ہو، کوئی ملازمتوں کے معاملات ہوں، NFC Award ہو یا وفاق میں ملازمتوں کے کوٹے کی بات ہو ان

سارے مسئلوں پر حکومت توجہ دے رہی ہے اور present Government is cognizant of that گزارش یہ ہے کہ قائد حزب اختلاف اس بات پر ناراض ہوئے۔ کل یہ مسئلہ یہاں raise ہوا تھا in presence of Prime Minister and he has taken notice of it انہوں نے جواب بھی دیا۔ Today it was again repetition تو میں نے یہ عرض کرنا تھا کہ Chief Executive کی موجودگی میں اس ایوان میں آپ نے جو issues raise کیے حکومت کے نوٹس میں آئے، محترم وزیراعظم کے نوٹس میں آئے اس پر انہوں نے respond بھی کیا اور اس پر جو directives جاری کرنے ہیں وہ بھی انہوں کہا کہ یہ کردیتے ہیں۔

آگے جاری---------------T13

T13-15Dec2011 ER5/Rafaqat/Ed:A.Rauf 1:10 pm

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: (جاری) چیف ایگزیکٹو کی موجودگی میں اس House میں آپ نے جو issues raise کیے، حکومت کے نوٹس میں آیا، honourable Prime Minister کے نوٹس میں آیا، اس پر انہوں نے respond بھی کیا اور انہوں نے کہا کہ I will issue the directives. Fortunately, most of the Parliamentary Leaders of political parties hail from Balochistan and yesterday, they got the maximum time. ہمیں کوئی اعتراض نہیں اس بات پر کہ یہ اپنے issues کو raise نہ کریں۔

جہاں تک law and order situation کی بات ہے تو جیسا کہ پرائم منسٹر صاحب نے کہا کہ آپ کی اپنی صوبائی اسمبلی وہاں موجود ہے۔ Only one member is sitting in the Opposition and who is also not in the country یہ بھی پرائم منسٹر صاحب نے کہا۔ باقی سارے کے سارے عوامی نمائندے جنہیں عوام نے منتخب کیا اور صوبائی اسمبلی میں بھیجا، وہ حکومت میں بیٹھے ہیں۔ بنیادی طور پر law and order control کرنا صوبائی حکومت کا کام ہے۔ اس کے باوجود جو efforts وفاقی حکومت کر سکتی ہے، وہاں پر law and order کے حوالے سے بات ہو یا وہاں پر development کے حوالے سے بات ہو، وہاں پر بلوچستان کے عوام کے rights کے حوالے سے بات ہو تو this Government is all out to support them. ہم یہ چاہتے ہیں کہ ان کا معیارِ زندگی بھی at par لایا جائے ملک کے باقی شہروں کی طرح۔ باقی شہریوں کی طرح ان کو بھی سہولتیں ملنی چاہییں۔ اس

مقصد کے لیے وفاقی حکومت نے بلوچستان کے عوام کے ساتھ جو commitment کی ہے، ہم اس کو fulfil کرنے کے لیے بھر پور کوشش کریں گے۔

رہا معاملہ کہ بلوچستان issue کو PTV نے صحیح coverage نہیں دی، پرائیویٹ کے بارے میں لاٹ صاحب نے بھی کہا لیکن certainly I will ask the MD, PTV. ان سے میں یہ ضرور پوچھوں گا کہ کل کے issue پر مناسب coverage کیوں نہیں آئی۔ ویسے سینیٹ کی proceedings کو PTV ضرور coverage دیتا ہے، میں جو دیکھتا ہوں وہ دیتے ہیں لیکن اگر ایسا نہیں ہوا اور جیسا کہ انہوں نے indicate کیا کہ کل PTV نے coverage نہیں دی تو اس کے بارے میں ہم PTV سے پوچھ لیتے ہیں۔ ہم ان کو یہ ہدایت بھی دیں گے کہ پارلیمنٹ اور دونوں Houses کی coverage کا جو طریقہ کار ہے، اس کے تناسب کو سامنے رکھتے ہوئے، چاہے وہ اپوزیشن سے ہوں یا Treasury Benches سے، ان کو coverage ملنی چاہیے۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: کرنل طاہر مشہدی صاحب۔

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی: بہت شکریہ جناب چیئرمین۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر matter of national interest سے متعلق ہے اور as usual عوام سے deal کرتا ہے، پاکستان کے دکھی غریب عوام جن کی کوئی شنوائی نہیں۔ کوئی ان کو سنتا نہیں اور کوئی ان کے لیے کچھ کرتا نہیں ہے۔ ہم ادھر کھڑے ہو کر بولتے ضرور ہیں، یہ ہمارا فرض ہے اور ہمیں انہوں نے elect کیا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے غریبوں کے لیے بولیں۔

جناب! یہ بجلی کی کہانی تو پرانی ہو گئی اور اب اس کے بارے میں بولنا ہی بے کار ہے۔ لوڈشیڈنگ تو تباہ کر ہی رہی ہے ہماری زندگیوں کو، ہماری انڈسٹری بیٹھ گئی ہے، ہماری trade and commerce بیٹھ گئی ہے اور جو گھروں میں تکلیف ہے، جو continuous load-shedding ہو رہی ہے، ہوتی رہے گی، اس کے بارے میں ہم کہانیاں سنتے رہیں گے اور لوڈشیڈنگ ہوتی رہے گی مگر اس کے ساتھ جو ظلم ہو رہا ہے to add insult to injury وہ یہ ہے کہ ہمارے عوام کو یہ حکومت insult کرنا بھی شروع ہو گئی ہے۔ پہلے تو اس عوام کو زخمی کرنا تھا، اب ان کی بے عزتی بھی ساتھ ساتھ کرنی ہے۔ اب یہ جو بے عزتی ہماری کر رہے ہیں، اس کا نام fuel adjustment charges ہے۔ یہ جو بجلی کے بل وہ دیتے ہیں، گو کہ بجلی provide نہیں کرتے، electricity is not provided to the common man. بجلی مہیا نہیں کرتے، پھر بھی بجلی کے inflated bills دیتے ہیں۔ بجلی کے charges اس حکومت نے 6

مرتبہ بڑھائے ہیں۔ یہ حکومت جب سے آئی ہے وہ charges چار گنا ہوگئے ہیں۔ وہ بھی عوام نے برداشت کر لیے کہ چلو پاکستان نے چلنا ہے، ملک نے چلنا ہے، شاید بجلی آجائے گی مگر انہوں نے ایک بھتا لگا دیا ہے۔ اب حکومت کی طرف سے بھتا خوری شروع ہو گئی ہے۔

آپ بجلی کا بل دیکھیں چاہے اس مہینے کا، جتنا بل ہوتا ہے اتنے ہی fuel adjustment charges لگائے جاتے ہیں۔ اب ہمارے غریب عوام، پانچ ہزار روپے مہینہ کمانے والے، سات ہزار روپے مہینہ کمانے والے یا نو ہزار روپے مہینہ کمانے والے، کیسے اتنے high bills بھریں گے۔ آپ کیا public کو مجبور کر رہے ہیں کہ وہ کنڈے لگائیں، آپ مجبور کررہے ہیں کہ وہ سڑکوں پر آئیں۔ آپ دیکھیں کہ فیصل آباد، ملتان، کراچی، کوئٹہ غرضیکہ ہر جگہ even اسلام آباد میں بھی عوام باہر نکلے ہیں۔ اگر یہ اپنے بڑے بڑے محلات سے باہر نکل آئیں، اپنے ایئر کنڈیشنڈ گھروں سے نکل آئیں اور پاکستان کے غریب عوام کی بستیوں میں جا کر دیکھیں، غریبوں کے محلوں میں جا کر دیکھیں تو انہیں پتا چلے کہ وہاں پہلے تو بجلی موجود ہی نہیں اور اگر ہے تو بل آتا ہے اور بل بھی ایک تو normal ہوتا ہے اور ساتھ ہی اس میں fuel adjustment charges بھی شامل ہوتے ہیں، almost double bill کر دیا گیا ہے جو کہ ہمارے عوام نہیں دے سکتے۔ Proverbial, the last straw which broke the camel's back, has come as far as this electricity is concerned. اس معاملے کو بہت ہی توجہ دی جائے، اس کو دیکھا جائے اور غریب عوام کی پکار سنی جائے۔ خدا کے لیے اب آپ کتنا burden ڈالنا چاہتے ہیں اپنے عوام پر؟ اب وہ برداشت نہیں کرسکتے، اس سے زیادہ برداشت نہیں کرسکتے۔ برداشت کی ایک حد ہوتی ہے۔ یہ نہ ہو کہ ہم civil disobedience کی طرف چلے جائیں یا revolution کی طرف چلے جائیں جیسا کہ آدھی سے زیادہ مسلم دنیا میں، تیونس، الجیریا، مصر، یمن، بحرین، ہر جگہ پر آپ دیکھیں یہی ہو رہا ہے۔ یہ نہ ہو کہ پاکستان میں بھی یہ چیز شروع ہوجائے۔

کم از کم اس معاملے کی طرف توجہ دی جائے کہ چلو اگر آپ بجلی نہیں دے سکتے تو ٹھیک ہے، آپ نے کہہ دیا کہ کسی نہ کسی دن آجائے گی، ہم مان گئے۔ دوسری بات کہ آپ نے بجلی کے rates بڑھا دیے، چلو آپ کو ضرورت تھی آپ نے بڑھا دیے، بجٹ میں بھی بڑھائے، ہر جگہ بڑھا دیے، اس کے بعد یہ fuel adjustment charges اور یہ جو additional charges آپ لگا رہے ہیں، surcharges آپ لگا رہے ہیں بجلی کے بلوں میں، یہ ہماری برداشت سے باہر ہے۔ اس معاملے پر حکومت ضرور توجہ دے۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: پروفیسر ساجد میر صاحب۔

سینیٹر پروفیسر ساجد میر: جناب! پرسوں آپ نے مہربانی فرماتے ہوئے مجھے موقع دیا تھا اور میں نے اسلام آباد کے بعض سیکٹرز میں، G-9/2 اور دوسرے سیکٹرز اور اس کے علاوہ اسلام آباد اور راولپنڈی کے دوسرے علاقوں میں گیس کی عدم دستیابی کی بات کی تھی۔ عام طور پر ہم کسی بات کو appreciate کرنے سے گریز کرتے ہیں، میں یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ محترم قائدِ ایوان نے اس معاملے کا بڑا اچھا نوٹس لیا۔ پوری طرح fruitful تو نہیں بہرحال انہوں نے کوشش کی اس میٹنگ کو fruitful بنانے کی۔ انہوں نے G.M. Sui Gas اور دوسرے عملے کو طلب کیا۔ اب اسی سلسلے میں انہوں نے Saturday کو بھی میٹنگ رکھی ہے۔ کل وزیرِاعظم صاحب کی موجودگی میں بھی ظفر علی شاہ صاحب نے بات کی تھی۔ میری گزارش یہ ہے کہ جس طرح محترم نیئر بخاری صاحب نے interest لیا تھا اس معاملے میں، اس کو continue رکھیں۔ میری درخواست یہ ہے کہ Saturday کی میٹنگ سے معاملہ آگے نہ جائے اور اس کو fruitful بنائیں اور غریب و مظلوم لوگوں کو گیس مہیا کریں۔ بہت مہربانی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ پروفیسر ابراہیم صاحب۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: جناب چیئرمین! پروفیسر ساجد میر صاحب نے جو مسئلہ اٹھایا ہے، میں بھی اسی بارے میں بات کروں گا۔ G-9/2 کراچی کمپنی میں جہاں چھوٹے ملازمین رہائش پذیر ہیں، بیس دنوں سے صبح 5 بجے سے رات 12 بجے تک لوڈشیڈنگ ہوتی ہے۔ بچے ناشتہ کیے بغیر اسکول جانے پر مجبور ہیں۔ ان فلیٹوں میں لکڑی جلانا بھی ممکن نہیں ہے۔ جناب لیڈر آف دی ہاؤس اسلام آباد کے مکین ہیں، اس طرح G-6 اور G-8 میں بھی اس مسئلے کی شکایت ہے۔ میں آپ کی وساطت سے حکومت سے یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ اس مسئلے پر توجہ دی جائے اور گیس کی سپلائی فی الفور بحال کی جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: بخاری صاحب! ذرا House کو confidence میں لیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب! یہ issue اس House میں پہلے بھی raise ہوا تھا اور میں نے اسی دن جنرل منیجر SNGPL کو بلایا تھا اور پروفیسر ساجد میر صاحب بھی میرے آفس تشریف لائے تھے۔ ان سے ہماری بات ہوئی، ہم نے ان سے کچھ وضاحتیں بھی مانگیں لیکن کوئی proper response دینے کی position میں وہ نہیں تھے۔ اس لیے پروفیسر صاحب کی موجودگی میں

we have convened a meeting on Saturday. We have asked the Secretary, Petroleum and Natural Resources, Chairman, OGRA and M.D. SNGPL to come and tell us as to what the position is, what the problems are and how we could solve those problems.

(To be continued…………….T14)

T14-15-12-2011 ER/4/Bhatti/ED: Mohsin Zaidi 01:20 P.M.

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari (Leader of the House): (Continue …..T13) We have asked him to come and tell us what is the position, what are the problems and how we could solve those problems. Secondly, there is another issue which is in my knowledge. We have been reading in the newspapers that certain CNG station owners had gone to the Islamabad High Court and earlier there were three off days CNG, for which OGRA and SNGPL went to the Islamabad High Court and the Islamabad High Court has passed a restraint order for that. SNGPL tried to get vacated that stay order but it could not and another date of hearing in next coming days is expected. At the same time, I feel that the citizens should approach Islamabad High Court. As domestic consumers, they should go for their rights before the Islamabad High Court and at least they should convince the Court that it is the general public which is facing the problem. It's not only the CNG station owners or the CNG vehicle users. In fact, it is badly affecting the domestic consumers. The government's policy is to facilitate the domestic consumers, that is our preference and even this was brought to the notice of the Prime Minister and certainly we are having a meeting on this issue today.

In our point of view CNG fitted cars, buses i.e., a secondary thing and what I feel is this that the domestic consumer should be facilitated first, he should be given preference and we are working on it. On Saturday, we will ensure that the domestic consumer is given gas supply without any interruption. Even gas is not available in my

house, there is another Senator sitting, she talked about F-7, she says that after seven in the morning and till late at night at eleven, we do not have gas, same is the case with me, we are on the gas cylinder now. We want to ensure that domestic consumers should be given preference, they should be facilitated first and the subsequent is the CNG stations and other things. Thank you.

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ ولی بادینی صاحب۔

سینیٹر میر ولی محمد بادینی: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں بلوچستان کے بارے میں کچھ وضاحتیں بیان کرنا چاہوں گا کیونکہ کل سے یہاں پر بڑی تقریریں ہورہی ہیں۔ Missing persons کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ لاش کی صورت میں واپس آتے ہیں، کوئی زندہ واپس نہیں آتا ہے۔ ابھی میرے بھائی برا مان رہے ہیں کہ بلوچستان پر بات ہو رہی ہے۔ میرے اپنے آدمیوں کو جن کا کوئی قصور نہیں تھا، وہ گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ نامعلوم لوگ آئے اور چار آدمیوں کو مار کر چلے گئے۔ حکومت ہمیں یہ بتائے کہ کیا صحیح معنوں میں آج تک کوئی ایک بھی قاتل پکڑا گیا ہے؟ یہ اس کے بدلے میں دو چار دوسرے لوگوں کو لے جاتے ہیں اور پھر ان کی لاشیں آتی ہیں۔ ہمیں پتا نہیں ہے کہ یہ کون کر رہا ہے؟ ہمیں آج تک یہ پتا نہیں چلا کہ کرنے والے کون ہیں؟ کیوں کر رہے ہیں؟ جناب وزیراعظم صاحب نے کل فرمایا تھا اور Leader of the House نے بھی ابھی بڑے غصے سے فرمایا کہ بلوچستان میں ساری پارٹیاں حکومت میں ہیں۔ ہم اس کے ممبر تو نہیں ہیں، اُدھر ہماری بات کوئی سنتا نہیں ہے۔ اِدھر بھی ہم بات نہ کریں تو پھر ہم یہاں کس لیے آتے ہیں؟ ہم بلوچستان کی نمائندگی کر رہے ہیں۔

جناب والا! ایک کمیٹی بنائی گئی ہے، اس کمیٹی میں بلوچستان کا کون سا ممبر ہے؟ بے شک خورشید شاہ صاحب بہت اچھے اور لائق آدمی ہیں لیکن اسے ایسے آدمی لینے چاہییں جنہیں ان علاقوں کا پتا ہو، آپ خود بلوچستان سے تعلق رکھتے ہیں، آپ ہمیں بتائیں کہ آج تک کسی آدمی کو پکڑا ہے یا یہ کسی صحیح آدمی کے پاس گئے ہیں کہ ہم اس سے بات کریں۔ کوئٹہ میں میٹنگ ہوتی ہے، آج بھی اخبار میں تھا کہ انیس تاریخ کو کور کمانڈر، آئی جی ایف سی وغیرہ میٹنگ کر رہے ہیں۔ کوئٹہ میں میٹنگ کرنے سے کیا بنتا ہے، ان لوگوں کی ڈیمانڈ پوچھ لی جائے، ان سے بات کی جائے کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ یہ کیوں کر رہے ہو؟ حکومت آخر حکومت ہوتی ہے، اس کی بہت طاقت ہوتی ہے۔ اگر

حکومت چاہے تو صرف پانچ دنوں میں سب کو سیدھا کر دے۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ حکومت اس مسئلے میں دلچسپی ہی نہیں لے رہی ہے۔ اب اِدھر بھی برا منایا جاتا ہے کہ بلوچستان کی بات کرتے ہیں، ہم مجبوراً یہاں بلوچستان کی بات کرتے ہیں۔ ہم کدھر جائیں؟ وہاں پر لوگ ہمیں پوچھتے ہیں کہ تم لوگ کس لیے اسلام آباد جاتے ہو؟ ہمارے اپنے نوجوان لڑکے مارے گئے ہیں، ان کا کسی سے کوئی واسطہ نہیں تھا، اپنے کام سے گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے نامعلوم افراد جھاڑیوں سے نکل کر فائرنگ کر کے بھاگ گئے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ لوگ ایجنسیوں کے آدمی تھے یا کوئی اور لوگ تھے لیکن انہیں حکومت کے تابع ہونا چاہیے، وہ کیوں تابع نہیں ہو رہے ہیں؟ آپ مہربانی کر کے کمیٹی میں بلوچستان کے خاص خاص لوگوں کے نام ڈالیں، ٹھیک ہے یہاں سے بھی ہوں، ہمیں اعتراض نہیں ہے، پاکستان سب کے لیے برابر ہے لیکن وہاں جو بھی جائے، اسے پتا چلے کہ وہاں پر کیا ہو رہا ہے؟ جناب والا! آپ اپنے علاقے کے متعلق بتائیں کہ بغیر security guards کے کیا آپ کوئٹہ سے نصیر آباد جا سکتے ہیں؟ میں سچ بات کروں گا کہ ہم اپنے گھروں کو نہیں جا سکتے ہیں۔ ہم لوگ کوئٹہ شہر میں آزادانہ گھوم نہیں سکتے ہیں، ہمیں اطلاع دی جاتی ہے کہ آپ شہر میں آزادانہ نہ پھریں ایسا نہ ہو کہ آپ کو مار دیا جائے، ہم نے کہا کہ جس نے اطلاع دی ہے شاید پھر وہی مارنے والا ہو گا اور کس نے مجھے مارنا ہے؟ لہٰذا میں اپنے بھائیوں سے گزارش کرتا ہوں، کل بھی لوگوں نے ادھر بہت کچھ بولا کھسر پھسر ہوئی کہ بلوچستان، بلوچستان، بھائی اگر بلوچستان آپ کا صوبہ نہیں تو پھر اس کو چھوڑ دو، اس سے جان چھڑا لو، ہم آپ لوگوں کے ہمسائے تو ہیں، اسی کا کچھ خیال کر لیں۔ مہربانی کر کے آپ ان چیزوں میں خود دلچسپی لیں۔ ہم لوگ وہاں سے اجلاس میں شرکت کے لیے آتے ہیں، یہاں سے ہمیں کہا جاتا ہے کہ آپ صوبے میں جائیں، صوبے والے ہمارے ساتھ کیا بات کریں گے؟ کیوں کریں گے؟ ہر آدمی اپنے ڈسٹرکٹ کا مالک ہے اور وہ اسے جس طرح بھی ہو چلاتا ہے اور دنیا دیکھ رہی ہے کہ وہ کیسے چلا رہے ہیں۔ آپ مہربانی کریں اور اس میں interest لیں۔ اگر ٹی وی میں ہماری تصویر آتی ہے یا نہیں آتی، کھڈے میں جائے، اخبارات میں آجاتا ہے، لوگوں کو پتا چل جاتا ہے کہ ہم لوگ یہاں فریاد کر رہے ہیں لیکن یہاں کوئی سنتا نہیں ہے۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میڈم گلشن سعید۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: جناب چیئرمین! آپ ایوان کی حالت دیکھ لیں کہ ممبران اس میں کتنا interest لے رہے ہیں۔ اس وقت یہاں کوئی بھی وزیر یا قائد ایوان موجود نہیں ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میں تو حاضر ہوں، اسی لیے تو میں کہہ رہا ہوں کہ level of interest دیکھ لیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! پارلیمانی امور کا وزیر تو ہوتا ہی پارلیمنٹ کے لیے ہے، جناب والا! آپ ruling دیں کہ ان وزراء کی آج کی پوری تنخواہیں کاٹ لی جائیں۔ ہم روز یہ بات کہتے ہیں کہ وزراء ایوان میں نہیں آتے ہیں۔ آپ اس پر ruling دیں۔ میں نے کل بھی دیکھا کہ جب کوئی بھی وزیر ایوان میں موجود نہیں تھا تو میں چلا گیا اور جب میں پشاور پہنچا تو پتا چلا کہ وزیر اعظم صاحب نے مہربانی کی، وہ تشریف لائے اور ان کے ساتھ وزراء بھی تھے۔ آج شاید وقفہ سوالات کے لیے آئے ہوں گے۔ اگر یہ وزراء یہاں نہیں آتے تو آپ ان کے متعلق سخت ruling دیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میں ruling دے دوں گا تو وہ وزیر اعظم صاحب کے لیے جائے گی کہ وہ بھی کابینہ کا حصہ ہیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: آپ ruling دیں کہ جو وزراء نہیں آئے ہیں اور جن کو آنا چاہیے، پارلیمانی امور کے وزیر کو تو پارلیمنٹ میں ہونا چاہیے اور انہیں آج کے دن کی تنخواہ نہیں ملنی چاہیے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: وہ آج آئے تھے اور اپنا official business move کر کے اجازت لے کر گئے ہیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: یہ بات نہیں ہے، جب تک پارلیمنٹ کا اجلاس چلے انہیں اجلاس میں بیٹھنا چاہیے۔ میں بعد میں Point of Order پر بات کروں گا اور مجھے پتا ہے کہ اس کا جواب مجھے نہیں ملے گا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میڈم گلشن سعید صاحبہ۔

سینیٹر گلشن سعید: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! بادینی صاحب نے جو بات کی ہے اور کل سے ممبران یہ بات کر رہے ہیں۔ جناب والا! اس کی تاریخ بڑی لمبی ہے، نو سال ہو گئے ہیں، جب یہ کام شروع ہوا تھا تو وہاں سب سے پہلے پنجابیوں اور اردو بولنے والوں کو مارنا شروع کیا گیا تھا تو اس پر میں واک آؤٹ کرتی تھی اور احتجاج کرتی تھی، کسی نے تب بھی کوئی notice نہیں لیا۔ سینکڑوں پروفیسر، ڈاکٹر، انجینیئرز اور وکلاء کو مارا گیا۔ آہستہ آہستہ پنجابی لوگ اور اردو بولنے والوں نے وہاں سے راہِ فرار اختیار کی۔ اسی سینیٹ میں ہم کہہ کہہ کر تھک گئے اور کسی نے اس کا notice نہیں لیا۔ آج یہ حال ہے کہ جو بلوچستان کے رہنے والے ہیں، جیسے میرے بھائی نے بتایا کہ ان کو مارنا شروع کر دیا گیا ہے، یہ ایک بہت بڑی سازش ہے۔ خدا کے واسطے اب بھی اس کا notice لے لیں، بلوچستان

ہمارا اپنا بھائی ہے، ہمارا سب کچھ ہے۔ میں ہمیشہ بلوچستان کے لیے بات کرتی ہوں۔ اب بھی notice لے لیں، آپ کمیٹیاں بنانے میں رہیں گے، کمیٹیاں کچھ بھی نہیں کرتی ہیں، وہاں مقامی لوگوں کو ساتھ لیں اور یہاں سے مقامی نمائندوں کو بھی ساتھ لیں اور وہ لوگ بتائیں کہ یہ کون لوگ ہیں۔ میں نے کل بھی کہا تھا کہ رحمٰن ملک صاحب mind کر جاتے ہیں۔ اگر ان کو بلایا جائے تو اس میں ان کی عزت ہے کہ ہم ان کو بلاتے ہیں کیونکہ وہ وزیرِ داخلہ ہیں۔ ان کی اس میں عزت ہے کہ وہ آکر ہماری بات سنیں، وہ ہمیشہ کہتے ہیں کہ میں briefing دوں گا، انہوں نے کبھی briefing دی نہ کبھی انہوں نے ہماری باتوں پر کوئی action لیا ہے۔ اس ملک میں آزادانہ طریقے سے لڑائیاں اور جھگڑے چل رہے ہیں، لوگ ایک دوسرے کو مارتے ہیں، آپ کوئی بھی ٹی وی چینل دیکھ لیں، روزانہ پچاس ساٹھ لوگ بے موت مارے جاتے ہیں۔ لوگ بلوچستان میں اغواء ہو رہے ہیں، خیبر پختونخوا میں اغواء ہو رہے ہیں، پنجاب میں ہو رہے ہیں اور lawlessness کا اتنا برا حال ہے مگر وزیر صاحب ہماری بات نہیں سنتے۔ وہ کل بھی آئے ہیں، دوڑتے ہوئے کبھی اِدھر جاتے ہیں، کبھی اُدھر جاتے ہیں۔

(جاری--------T15)

T15-15dec2011 Ashraf/Ed.Zafar Er.3 0130

سینیٹر گلشن سعید: جاری----

روزانہ پچاس ساٹھ لوگ بے موت مارے جاتے ہیں۔ بلوچستان میں اغوا ہو رہے ہیں، خیبر پختون خوا میں ہو رہے ہیں، پنجاب میں ہو رہے ہیں اور lawlessness کا حال بہت برا ہے۔ Minister Sahib کیوں ہماری بات نہیں سنتے آکر۔ کل بھی وہ آئے، مگر دوڑتے ہوئے کبھی ادھر جاتے کبھی ادھر کو۔ بات کرو تو mind کرتے ہیں۔ Mind کیوں کرتے ہیں؟ وہ بھی سینیٹر ہے، ہم بھی سینیٹر ہیں۔ وہ یہاں پر خدا بنے بیٹھے ہیں کہ بات ہی نہیں سنتے۔ کراچی کا حال دیکھ لیں کہ وہاں پر ایک قید خانے سے 48 بچے برآمد ہوئے ہیں اور کوئی دیکھنے والا ہی نہیں ہے۔ وہاں دن رات اسلحہ پکڑا جا رہا ہے۔ کراچی میں اٹھائیس لاکھ لوگ بغیر کسی شہریت کے رہ رہے ہیں۔ میں یہ بات ہزار بار دہرا چکی ہوں۔ یہ interior Minister کا کام ہے، Sindh, Interior Minister کا کام ہے کہ وہ دیکھیں کہ یہ کون لوگ ہیں۔ ان کو ملک سے باہر نکالیں۔ آپ نے ملکی سرحدوں کو اتنا ننگا کر دیا ہے۔ جب فوج بات کرتی ہے تو تکلیف پہنچتی ہے۔ کیا فوج ملک تڑوا دے؟ دیکھیں کہ ملک ٹوٹ رہا ہے، صوبے الگ ہو رہے ہیں۔ کیا فوجی منہ دیکھتے رہیں اور یہاں من مانیاں ہوتی رہیں۔ یہ سینیٹ کا ڈرامہ جو ہم نے نوسال سے رچایا ہوا ہے، یہاں ہماری کوئی بات ہی نہیں سنی جاتی۔ اب بھی وہ کہہ رہے ہیں کہ نہ بولو، بندہ ہی کوئی نہیں۔ بندے سن

کر کیا کریں گے؟آپ بیٹھے ہوئے ہیں۔ چیئرمین صاحب! اگر آپ نوٹس نہیں لیں گے تو کوئی نہیں لے گا۔آپ ان سے سختی سے بات کریں، اس پر جو باتیں میں کر رہی ہوں۔

بجلی کے بل دیکھیں، میرا بل چار ہزار آتا ہے اور دس ہزار اس پر انہوں نے ٹیکس ڈالے ہوئے ہیں۔ یہ کوئی ملک ہے؟ ہمارا برا حال ہو رہا ہے تو غریب لوگوں کا کیا حال ہوتا ہوگا؟ جو بے چارے ایک بلب جلاتے ہیں ان کو بھی چار ہزار بل بھیجتے ہوں گے۔ اتنی ان کی تنخواہ نہیں ہوگی۔ کسی غریب کی بات کرو تب بھی کوئی نوٹس نہیں لیتے۔ کسی کے مرنے کی بات کرو تب بھی کوئی نوٹس نہیں لیتے۔ ملک ٹکڑوں میں بٹ رہا ہے۔ ایک منحوس سی شکل کا آدمی جو امریکہ میں بیٹھا بیانات دے رہا ہے، سارے چینل اس کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ امریکہ اور دوسرے لوگ یہی چاہتے ہیں کہ ان کی فوج کو توڑدو۔ ہم سارے لوگ مل کر فوج کے پیچھے پڑ جاتے ہیں، شرم نہیں آتی؟ آج اگر کوئی حملہ ہو جائے تو آپ اور میں جا کر سرحدوں کو defend کریں گے؟ فوج ہی نے جانا ہے، فوج ہی نے مرنا ہے۔ شہادت آج تک فوجیوں کی ہوئی ہے، ہماری نہیں ہوئی۔ یہاں بیٹھ کر ہم صرف باتیں کر سکتے ہیں۔ ملک بھی تڑوا دیں اور بیس کروڑ عورتوں کی عزتیں برباد ہوں، بیس کروڑ انسانوں کی عزتیں برباد ہوں۔ یہاں پر دانشور بھی ہیں، پڑھے لکھے لوگ بھی ہیں، شریف لوگ بھی ہیں۔ بدمعاشوں کا تو ایک گروہ ہے جو بدمعاشیاں کرتا پھرتا ہے اور کھا پی کر چلتا بنے گا، ملک تڑوا کر چلتا بنے گا۔ جس سے بات کریں اس کو بڑی تکلیف ہوتی ہے کہ ہم سے بات نہ کرو۔ ہمارے کان بند ہیں۔ کیوں بند ہیں تمہارے کان؟ بات سچی کرنی چاہیے۔ موقع ہی نہیں دیتے، کل بھی میں وزیر اعظم صاحب سے بات کرنا چاہتی تھی کہ جب حکومت جانے لگتی ہے تو سب کو رونا آرہا ہوتا ہے۔ ہمیں بھی تکلیف ہوتی ہے، ہمارا بھی Prime Minister ہے۔ ہم بھی اس کی عزت کرتے ہیں۔ ہم بھی ان سے پیار کرتے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ یہاں سے جمہوری دور ختم ہو مگر آپ اپنی حرکتوں پر تو غور کریں۔ آپ ملک تڑوا کر بیٹھنا چاہتے ہیں؟ کیوں؟ کس بات پر ملک توڑ رہے ہیں؟ آپ کو کس نے حق دیا ہے؟ لوگوں نے آپ کو حکومت کرنے کے لیے ووٹ دیئے تھے۔ کونسی حکومت کی ہے آپ نے؟ دس لاکھ لوگ آرام سے زندگی گزاریں اور باقی اٹھارہ کروڑ کا حال جا کر کسی نے دیکھا ہے؟

لوگوں کی گیس بند کر دی ہے۔ لوگ کیا سوئی گیس کے چولہوں پر لکڑیاں جلائیں گے؟ کیا کریں گے وہ؟ ہمارے گھر میں گیس نہیں آرہی۔ اگر اسلام آباد کی گیس انہوں نے آن کروا دی ہے تو کیا کر دیا ہے۔ پنجاب میں گیس نہیں ہے۔ کدھر گئی گیس؟ گاڑیوں کو گیس کی فراہمی بند کروائیں۔ ان سے کہیں کہ پٹرول پر چلائیں گاڑیاں اور ڈیزل پر چلائیں۔ بند کریں ان کی گیس جن کو رشوتوں کے طور پر

پمپ لگا کر دیئے ہوئے ہیں۔ چینلوں والے، جو خبر آتی ہے اس کو نمایاں کرتے ہیں۔ ایک فوج رہ گئی تھی جس ادارے کے پیچھے لوگ نہیں پڑے تھے، اس کے پیچھے بھی پڑ گئے ہیں۔ آپس میں لڑائیاں جھگڑے کروانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ اس ملک کو آج تک بچایا ہے تو فوج ہی نے بچایا ہے، سب لوگ یاد رکھیں۔ لڑنے وہی جاتے ہیں، شہید بھی وہی ہوتے ہیں۔ ان کی بیویاں بیوائیں ہوتی ہیں جن میں کسی کی شادی کو ایک سال ہوتا ہے اور کسی کی شادی کو چھ ماہ، اب تک ہمارے پینتیس ہزار جوان شہید ہوئے ہیں اور سویلین کا کوئی حساب نہیں ہے جو قربانیاں دے رہے ہیں۔ ان کے خاندانوں کو کون جا کر روٹی دیتا ہے۔ ہماری بات تو یہاں سنتا کوئی نہیں، ان کو کون پوچھتا ہوگا۔ تھوڑا سا خدا کا خوف دل میں لائیں۔ خدا کی لاٹھی بے آواز ہے، مثالیں سامنے ہیں لوگوں کے۔ یہاں کوئی خدا بننے کی کوشش نہ کرے۔ ہم سب انسان ہیں۔ بیمار بھی ہوتے ہیں، نہیں بھی ہوتے جو کچھ بھی ہوتا ہے مگر لوگوں پر رحم کرنا سیکھیں۔ یہ سینیٹ لوگوں پر رحم کرنا سیکھے۔ سارے لوگ ہمیں گالیاں دیتے ہیں کہ آپ سینیٹ میں جا کر کھڑے ہو کر xxxx* کر کے آجاتے ہیں۔ آپ کی وہاں پر بات تو کوئی سنتا نہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: xxxx کا لفظ میں expunge کرتا ہوں۔

Senator Gulshan Saeed: Thank you very much.

جناب قائم مقام چیئرمین: جی عبدالرازق خان صاحب، آپ نے ہاتھ اٹھایا ہوا تھا۔

سینیٹر عبدالرازق: شکریہ جناب چیئرمین ، میں اس معزز ایوان کے سامنے ایک اہم بات لانا چاہتا ہوں۔ اسلام آباد کا مرکزی ہسپتال، پمز ہے، آج کل اس کی حالت بہت ہی خراب ہے اور جب سے Ministry of Health ختم ہوئی ہے وہاں پوچھنے والا کوئی نہیں ہے۔ سنتے ہیں جو لوگ وہاں بیٹھے ہوئے ہیں ان کے پیچھے بڑے بڑے لوگوں کے ہاتھ ہیں۔ پمز کی حالت مچھلی بازار کی سی بن گئی ہے۔ اگر آپ وہاں کسی کو بھی بھجوا دیں اور وہاں کی حالت معلوم کروائیں تو وہاں کی حالت مچھلی بازار سے کم نہیں ہے۔ لوگ سٹریچروں پر پڑے ہوتے ہیں اور خون بہہ رہا ہوتا ہے۔ دو بجے کے بعد سارے سینیئر ڈاکٹر چلے جاتے ہیں۔ اگر آپ being a senator ان کو فون کریں کہ میں آنا چاہتا ہوں تو وہ کہیں گے کہ کل دو بجے کے بعد آئیں، یہاں کوئی سینیئر نہیں ہے۔ سارے سینیئر practice وغیرہ کے سلسلے میں چلے جاتے ہیں اور وہاں پر جونیئر ڈاکٹر پمز کو سنبھالے ہوئے ہوتے ہیں۔ آج مختلف اخباروں میں اداریے آئے ہیں کہ کیا ہمارے

* [word expunged by orders of Mr. Acting Chairman.]

ملک میں کوئی ایسا ہسپتال نہیں ہے جس میں ہم اپنے President Sahib کا علاج کر سکیں۔ حالت یہ ہو گئی ہے کہ اسلام آباد کے مرکزی ہسپتال میں کوئی پوچھنے والا نہیں۔ Courtesy centre جو parliamentarians کے لیے ہوتا تھا وہاں پر کچھ پولیس والے اور کچھ دوسرے لوگ بیٹھے ہوتے ہیں۔ وہاں پر آپ فون کر کے appointment لے لیں۔ کوئی attend کرنے والا نہیں ۔ اگر کوئی ایکسرے کروانا چاہے تو وہاں ایکسرے فلم کی shortage ہے۔ وہاں کے administrator سے فون پر بات نہیں ہو سکتی ، اس سے آپ کا contact نہیں ہو سکتا۔ وہ کہتا ہے کہ میں کسی کو جواب دہ نہیں ہوں اس لیے کہ کچھ بڑے لوگوں کے نام آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ان کی سرپرستی میں ہیں۔

جناب! میری گزارش ہے کہ سینیٹ کی ایک کمیٹی بنائی جائے جو اس ہسپتال کے معاملات کی چھان بین کرے کہ وہاں کس لیول پر کیا ہو رہا ہے۔ ہم parliamentarians تو کہیں سے بھی علاج کروا سکتے ہیں لیکن پورے اسلام آباد کا اور surrounding areas کا اس ہسپتال پر دارومدار ہے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس مسئلہ پر اپنی ruling دیں اور جب تک Ministry of Health نہیں ہے تو کم از کم سینیٹ سے کچھ لوگ جائیں اور اس معاملے کو دیکھیں۔ یہ ہمارا ایک قومی ادارہ ہے۔ پمز سے لوگوں کی بڑی توقعات ہیں۔ بس میری یہی آپ سے گزارش ہے۔Thank you.

جناب قائم مقام چیئرمین: حاجی عدیل صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: میں مشکور ہوں ، ایک تو میں یہ کہوں گا کہ عبدالرازق صاحب نے جو کچھ کہا ہے بالکل صحیح کہا ہے۔ پمز میں ایک physician ہے جو وہاں پر ہفتے میں ایک گھنٹہ دیتا ہے اور ہر روز وہ اپنی private practice کرتا ہے۔ Physician surgeon بھی نہیں ہے آپریشن تھیٹر میں ہوتا ہے ۔ اللہ رحم کرے وہاں پر بعض بڑے اچھے ڈاکٹر ہیں، ڈیوٹی دیتے ہیں لیکن بعض کی جو مرضی ہوتی ہے وہی کرتے ہیں۔ ان کی تجویز کی میں support کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین! میں دو points پر آپ کی توجہ چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ ہے کہ جب یہ اجلاس شروع ہوا تھا تو پہلے دن میں نے کہا کہ ایک جلوس نکلا جو Articles 5 and 6 کی خلاف ورزی ہے۔ ہمارے Leader of the House نے وعدہ کیا تھا کہ چوبیس گھنٹے کے اندر وہ بتائیں گے کہ اس جلوس والوں کے ساتھ انتظامیہ نے کیا کیا۔ ان کو سہولت کیوں دی؟ آیا انہوں نے آئین کی کھلم کھلا

خلاف ورزی کی ہے سڑکوں پر تو کیا ان کے خلاف کوئی action لیا؟ کل تو میں نے پوچھا تھا۔ اب آپ کی وساطت سے میرا یہ point ہے۔

دوسرا پوائنٹ یہ ہے کہ ہماری Business Committee میں، میں نے فلسطین کے حوالے سے خصوصاً غزہ کے حوالے سے قرار دی ہوئی ہے، جو وہاں پر blockade ہوا تھا اور جس کو ہم نے جا کر توڑا تھا۔ دنیا بھر سے چالیس ملکوں سے 90 parliamentarians اکٹھے گئے تھے۔ سولہ گھنٹے کے سفر کے بعد ریگستان کے علاقے سے ہم غزہ میں داخل ہوئے۔ سارک سے صرف میں تھا۔ ایک قرارداد پاس ہوئی تھی۔ میرا خیال تھا کہ میں نے جتنے بھی پارلیمانی لیڈروں سے یہاں بات کی وہ سب متفق تھے۔ میں نے قرارداد table کی ہوئی ہے۔ کہا گیا تھا کہ ہم چوبیس گھنٹے کے اندر فارن آفس سے مشورہ لیں گے۔ چوبیس گھنٹے کی بجائے کل میں نے پتا کیا، اس سے پہلے بھی پتا کیا۔ اس بارے میں inform کیا جائے۔ یہ دو میرے points ہیں۔ ہمارے Leader of the House بتائیں کہ انہوں نے کیا کیا ہے؟ دوسرا یہ کہ فارن آفس سے اگر جواب نہیں آئے گا تو کیا فلسطین کے حق میں بھی ہم قرارداد پاس نہیں کر سکیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ڈاکٹر مالک صاحب آخری point of order آپ کا، پھر بخاری صاحب سے پمز کے بارے میں پوچھیں گے۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: میں عرض کروں کہ جو گیس کی shortage ہے اور جو اسلام آباد والوں کے ساتھ ہو رہا ہے مجھے ان کے ساتھ دلی ہمدردی ہے جن میں بخاری صاحب ہیں، شاہ صاحب ہیں۔ دیکھیں کتنی مشکل ہے۔ جو ہم suffer کر رہے ہیں you can't imagine sir, کہ ڈیرہ بگٹی اس ملک کو cheapest gas دے رہا تھا۔ ڈیرہ بگٹی کے نوے فیصد علاقوں میں گیس نہیں ہے۔ میں تربت میں گیس کے بارے میں سوچ نہیں سکتا ہوں۔

جاری-----

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک

میں تربت میں گیس کے بارے میں سوچ نہیں سکتا ہوں۔ ہر مہینے میں پانچ ہزار روپے کی لکڑی خرید تا ہوں، مجھے اسلام آباد والوں کے ساتھ دلی ہمدردی ہے لیکن وہ جو ہم پر گزر رہی ہے اس کو ابھی آپ خود imagine کر رہے ہیں کہ ہمارے ہاں تو تصور نہیں ہے کہ کوئی گیس ہو گی۔ آپ کا شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: بخاری صاحب! ایک تو PIMS کی حالت زار کے متعلق فرمائیں، میرے خیال میں تو آرہا ہے کہ we have to play a role to save it ہمارے سارے شہریوں کے لیے اور ایک resolution officially before the prorogation of the session فلسطین پر لے آئیں، PIMS پر بھی آپ کچھ action لیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری (قائد ایوان) : جناب والا! PIMS کا ادارہ بنیادی طور پر specialized treatment کے لیے بنایا گیا تھا لیکن بد قسمتی سے اسلام آباد میں مزید hospital نہیں بن سکے، Poly Clinic کی extension کا project اس حکومت نے شروع کیا ہے اور سامنے جو ارجنٹینا پارک ہے وہاں تک اس hospital کو enhance کیا جا رہا ہے کیونکہ اسلام آباد کی population very rapidly بڑھی ہے۔ یہ دو ہسپتال تھے جو اسلام آباد کے لوگوں کو cater کرتے تھے نہ صرف اسلام آباد کے لوگوں کو بلکہ باقی پاکستان کے علاقوں سے جو مریض for specialized treatment آتے تھے، وہ PIMS میں علاج کے لیے آتے تھے۔

جو رازق خان صاحب نے بات کی ہے کیونکہ اب PIMS کو Capital Administration and Development Division deal کرتا ہے اور اس issue پر we can call the Executive Director PIMS اور Secretary CADD سے بھی بات کر لیتے ہیں اور particularly Parliamentarians کو PIMS کی facilities ملنی چاہیئں اور جو Parliamentarians اسلام آباد میں ہیں تو, obviously ان کی جب علاج کے لیے entitlement ہے تو ان کو proper facilities ملنی چاہیئں، اس پر بھی ہم بات کر لیں گے۔

جناب والا! حاجی عدیل صاحب نے جس issue کو raise کیا تھا، میں نے اسی دن Chief Commissioner کو کہا تھا کہ آپ ذرا یہ details فراہم کریں، ایوان میں یہ issue raise ہوا ہے کہ کون لوگ تھے، کیا جلوس تھا، تھا بھی کہ نہیں تھا؟ اگر تھا تو کون لوگ

تھے، کیا banners تھے، کیا تھے، وہ report ہمیں بھجوائی جائے تو انہوں نے کہا تھا کہ یہ رپورٹ ہم آپ کو ایک آدھ دن میں بھیج دیں گے، I will check my office کہ وہ رپورٹ آئی ہے یا نہیں اور وہ رپورٹ ہم حاجی عدیل صاحب کے ساتھ share کر لیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: فلسطین کا resolution بھی ایوان میں پیش کر دیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: وہ رپورٹ میرے ساتھ share نہ کریں بلکہ ایوان میں پیش کی جانی چاہیے۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: ایوان میں لے آؤں گا۔ That is public document, public document can come to the House and no more other place is more important than the Senate. اس ایوان میں رپورٹ لانے میں کیا حرج ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر عبدالرازق صاحب۔

سینیٹر عبدالرازق: جناب والا! میں ذرا clear کرنا چاہتا ہوں کہ PIMS کے حوالے سے اگر میرا کوئی ذاتی مسئلہ ہوتا تو میں تحریک استحقاق بھی پیش کر سکتا تھا، میں نے تو general public کی بات کی ہے اور بخاری صاحب سے میری یہ درخواست ہے کہ کم سے کم یہاں سے دو، چار سینیٹر بھیج کر وہاں کی حالت دیکھیں اور اس وقت PIMS کو جو run کر رہے ہیں وہ نالائق لوگوں کے ہاتھوں میں ہے ذرا ان کی ہمیں efficiency دیکھنی چاہیے۔ Thank you sir.

جناب قائم مقام چیئرمین: میرا خیال ہے بخاری صاحب Monday کو آپ دو، تین سینیٹرز from both sides of the House لے کر PIMS کی visit کر آئیں اور دیکھیں تو سہی کہ وہاں غریب، غربا کے ساتھ انہوں نے کیا حشر نشر کیا ہوا ہے۔ شکریہ۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب والا! فارن آفس کا جواب نہیں آئے گا تو فلسطین پر ہم قرارداد بھی نہیں کریں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: نہیں، نہیں، حاجی صاحب قرارداد پیش ہو جائے گی۔ چیزیں آ جائیں گی جو طریقہ کار ہے تو قرارداد بھی پیش ہو جائے گی۔ طریقہ کار آپ بھی جانتے ہیں، میں بھی جانتا ہوں۔

The House stands adjourned to meet again on Saturday, the 17th December, 2011 at 10.30 a.m.

ہفتے کے روز آئیں گے پھر Sunday, Monday کو چھٹی کریں گے پھر Tuesday کو ملیں گے۔ ہمیں House نہیں مل رہا، قومی اسمبلی کے سیشن میں، ابھی بھی ان کے messages آرہے ہیں کہ کب آپ ختم کررہے ہیں، ہمارا ہاؤس خالی کریں۔

(The House was then adjourned to meet again on Saturday, the 17th of December2011 at 10.30 a.m.)